مسلمان تاجر
تالیف
حضرۃ مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم
خلیفۂ مجاز
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
تلمیذ رشید
حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی
مسلمان تاجر کے اوصاف کیا ہیں؟
ٹائرز کے مروجہ کاروبار سے متعلق
درجنوں سوالات کے مدلّل جوابات
شرکت کے بعض ضروری مسائل
مضاربہ کے بعض ضروری مسائل
ناشر
جامعہ خلفائے راشدین
مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی
موبائل: 0333-2226051
القلم

فہرست مضامین

☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

اسلام چونکہ کامل ضابطۂ حیات ہے، زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق ہدایات دیتا ہے اور ایک مسلمان کے لئے پہلے نظریاتی اور فکری طور پر ان ہدایات کی حقانیت کا قائل ہونا اور پھر عملی زندگی میں ان کا خیال کرنا ضروری ہے۔ انہیں شعبوں میں سے ایک شعبہ معاملات اور کاروبار کا ہے جس میں دو یا زیادہ انسانوں کے درمیان کوئی بات چیت اور اس کے بعد کوئی لین دین ہوتا ہے۔ یہاں بھی مسلمان کے لئے ہدایاتِ اسلام یعنی جائز و ناجائز، حلال وحرام کی رعایت ضروری ہے، ورنہ ایمان کے نقصان کے ساتھ ساتھ دنیا کا بھی نقصان ہوگا اور آپس کے اختلاف، نفرتوں اور بے برکتی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

آج کل بہت سے معاملات نئی نئی شکلوں میں آ رہے ہیں۔ ایک نیک مسلمان اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے انسان کے لئے ان میں جائز و ناجائز کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے، ایسے حالات میں علماءِ کرام و مفتیانِ عظام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان صورتوں کا صحیح جائزہ لے کر ان میں جائز و ناجائز کی حدود متعین کریں اور عوام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے معاملات میں ان حدود کی رعایت و پابندی کریں۔

حلال کمائی فرض ہے: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ انسانی ضروریات کی تکمیل اور اپنے آپ کو بھیک مانگنے سے بچانے اور اپنے ماتحتوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے اس کو حلال کمائی کا حکم بھی دیا اور انسان کو اس سے منع کیا گیا کہ وہ اپنی ضرورتیں کسی ایسے طریقے سے پوری کرے جس کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہو، بلکہ حلال کمائی کا حصول ضروری قرار دیا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے:

”عن عبد الله رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة“ رواه البیهقی فی شعب الإیمان (مشکوۃ صـ ۲۴۲)

” حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: فرائض کے بعد حلال کمائی کا حاصل کرنا فرض ہے۔“

البتہ کمانے میں دو چیزوں کی رعایت ضروری ہے۔

(۱) حلال طریقے سے ہو۔

(۲) اس میں اس قدر مشغولیت نہ ہو کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے بالکل غافل ہو جائے یا کمائی کو اللہ تعالیٰ کی یاد پر ترجیح دے۔

رزقِ حلال کے حصول کے ذرائع میں سے تجارت ایک بہترین ذریعہ ہے۔ آیت: ”یـاایها الذین اٰمنوا لاتأکلوا أموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارةً عن تراض منکم “(سورۃ النساء آیت:۲۹) کے تحت مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صرف تجارت ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسبِ معاش کے ذرائع میں سے تجارت اور محنت سب سے افضل اور اطیب ذریعۂ معاش ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سی کمائی حلال اور طیب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:”عمل الرجل بیده و کل بیع مبرور“ یعنی انسان کے ہاتھ کی مزدوری اور ہر سچی بیع وشراء (جس میں جھوٹ اور فریب نہ ہو)

(معارف القرآن ۲/۳۷۹)

اور نبی کریم ﷺ نے شریعت کے مطابق تجارت کرنے والوں کا حشر انبیاءِ کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء کے ساتھ بتلایا ہے، چنانچہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: التاجر الصدوق الأمین مع النبیین و الصدیقین و الشهداء. رواه الترمذی و الدارقطنی. (مشکوۃ صـ۲۴۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: التجار یحشرون یوم القیامة فجاراً

الا من اتقیٰ وبر و صدق" رواہ الترمذی و ابن ماجہ (مشکوۃ صہ۲۴۲)

"قیامت کے روز تاجر لوگ فاجر گناہگاروں کی صف میں ہونگے بجز اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور نیکی کا معاملہ کرے اور سچ بولے۔"

ان روایات کے پیشِ نظر مسلمانوں کو اپنی تجارت شریعت کے مطابق کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ٹائرز کا کاروبار کرنے والے اور دین کا درد رکھنے والے بعض مخلص تاجر حضرات نے اپنی تجارت کی مروجہ صورتوں کا حکم جاننے کی کوشش کر کے ایک تفصیلی استفتاء ہمارے دار الافتاء جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں جمع کروایا جس کا بحمد اللہ تعالیٰ تفصیلی جواب کتبِ فقہیہ کے حوالہ جات کے ساتھ دیا گیا۔

اس تجارت سے تعلق رکھنے والے دیگر حضرات کے افادہ کے لئے سوال و جواب کی شکل میں اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔ البتہ ان مسائل سے قبل ضروری ہے کہ مسلمان تاجر کے کچھ اوصاف ذکر کیے جائیں۔ اس بنا پر ابتداء میں مسلمان تاجر کے اوصاف ذکر کئے گئے ہیں۔

کتبِ فقہ کے حوالہ جات کو رسالہ کے آخر میں نمبر وار مسائل کی ترتیب پر شامل کر دیا گیا ہے تاکہ اہلِ علم حضرات بوقتِ ضرورت مراجعت کر سکیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں اپنے تمام اعمال اور معاملات بخوبی سرانجام دینے کی توفیق عطاء فرمائے اور جن حضرات نے ان مسائل کی نشاندہی کر کے جواب معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے مساعی جمیلہ کو قبول و منظور فرمائے، اور جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی قسم کا تعاون کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے ایمان و عمل اور صحت و مال میں خوب برکتیں عطاء فرمائیں اور ہم سب کے لئے اس تحریر کو دارین کی سعادت کا ذریعہ بنائیں۔

(حضرت مولانا مفتی) **احمد ممتاز** (صاحب مدظلہ العالی)

مدیر و رئیس دار الافتاء جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

مسلمان تاجر کے اوصاف

جس تاجر کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ سچا اور ہر لحاظ سے کامل و مکمل دینِ اسلام کا ماننے والا ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو ان اوصاف سے آراستہ کرے جن سے اسلام اس کو آراستہ اور دنیا بھر کے تمام ادیانِ باطلہ کے پیروکار تاجروں سے ممتاز کرنا چاہتا ہے۔ ذیل میں ان اوصاف میں سے کچھ، تجار احباب کی خدمت میں اس امید پر پیش کیے جاتے ہیں کہ:

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

وصف نمبر ۱ : مسلمان تاجر کبھی تجارت کو پروردگار اور پالنے والا نہیں سمجھتا، اس کا عہدِ ''الست'' کی وجہ سے یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ پروردگار اور پالنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

عہدِ ''الست'' اس عہد و پیمان کو کہا جاتا ہے جو عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں سے لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا: ''**الست بربکم**'' کیا میں تمہارا رب اور پالنے والا نہیں ہوں؟ اس وقت ہم سب کی روحوں نے جواب میں کہا تھا کہ: ''**بلیٰ**'' کیوں نہیں، یعنی آپ ہی ہمارے رب اور پالنے والے ہیں۔

وصف نمبر ۲ : مسلمان تاجر کا یہ بھی عقیدہ ہوتا ہے کہ میری جملہ ضرورتیں کھانے، پینے، لباس اور رہن سہن وغیرہ کی جو پوری ہو رہی ہیں یہ تجارت سے پوری نہیں ہو رہیں، بلکہ تجارت کے اندر جو شرعی احکام ہیں ان احکام کو پورا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری ضرورتیں پوری فرما رہے ہیں۔

اس عقیدہ کے استحضار کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مسلمان تاجر تجارت کی خاطر کبھی کسی حکمِ شرعی کو نہیں چھوڑتا۔ گاہک سر پر کھڑا بھی ہو تو بھی اذان سنتے ہی گاہک کو چھوڑ کر پہلے حکمِ خداوندی

پورا کرتا ہے۔ نماز باجماعت ادا کرتا ہے بعد میں گاہک کو نمٹاتا ہے۔ کبھی گاہک کو پھنسانے کے لئے جھوٹ نہیں بولتا۔ مال کا عیب نہیں چھپاتا۔ رشوت نہیں دیتا اور سود اور شبہۂ سود کے قریب جانے کو بڑی ذلت اور ہلاکت تصور کرتا ہے۔

نیز وہ جانتا ہے کہ اس استحضار اور استقامت پر دنیا وآخرت کی بھلائی کا وعدہ ہے اور ہر وقت اس کے سامنے قرآنِ کریم کی یہ آیتیں ہوتی ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ استَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيهِمُ المَلائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلا تَحزَنُوا وَأَبشِرُوا بِالجَنَّةِ الَّتِي كُنتُم تُوعَدُونَ نَحنُ أَولِيَاؤُكُم فِي الحَيَاةِ الدُّنيَا وَفِي الآخِرَةِ وَلَكُم فِيهَا مَا تَشتَهِي أَنفُسُكُم وَلَكُم فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِن غَفُورٍ رَّحِيمٍ

(سورة حم السجدة ۳۰ تا ۳۲)

دیکھئے! اس میں ''ربنا اللّٰہ'' کہنے کے بعد ''ثم استقاموا'' کا ذکر ہے کہ اس عقیدہ پر ڈٹے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ یقین ہوتا ہے کہ میں دکان وتجارت سے نہیں پل رہا، بلکہ اپنے رب کے احکام پر عمل کی وجہ سے پل رہا ہوں۔

وصف نمبر ۳: مسلمان تاجر حلال کھانے اور حرام سے بچنے کے لئے تجارت کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسلام نے حلال کھانے کا حکم دیا ہے اور اس کی فضیلت بیان کی ہے جبکہ حرام پر شدید وعیدیں سنائی ہیں، جن کا ذکر درج ذیل احادیث میں ہے:

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: إن اللّٰه طيب لا يقبل إلا طيبا و إن اللّٰه أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين فقال: يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا.

و قال: يا أيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم، ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يديه إلى السماء، يا رب يا رب و مطعمه حرام و مشربه حرام و ملبسه حرام و غذي بالحرام فأنّٰى يستجاب لذلك. رواه مسلم. (مشکوة صـ ۲۴۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ (تمام کمی اور عیوب سے) پاک ہے، اس پاک ذات کی بارگاہ میں صرف وہی (صدقات واعمال) مقبول ہوتے ہیں جو (شرعی عیوب اورنیت کے فساد سے پاک ہوں) یادرکھو! اللہ تعالیٰ نے جس چیز (یعنی حلال مال کھانے اوراچھے اعمال) کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے اسی چیز کا حکم تمام مؤمنوں کو بھی دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسولو! حلال روزی کھاؤاوراچھے اعمال کرو، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مؤمنو! تم صرف وہی پاک اور حلال رزق کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطاء کیا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطورِ مثال) ایک شخص کا حال ذکر کیا کہ وہ طویل سفراختیار کرتا ہے پراگندہ بال اورغبار آلودہ ہے وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! (یعنی وہ اپنے مقاصد کے لئے دعا مانگتا ہے) حالانکہ کھانا اس کا حرام، لباس اس کا حرام (شروع سے اب تک) پرورش اس کی حرام (ہی غذاؤں) سے ہوئی پھر کیونکراس کی دعا قبول کی جائے۔

(۲) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یکسب عبد مال حرام فیتصدق منه فیقبل منه و لا ینفق منه فیبارک له فیه و لا یترکه خلف ظهره إلا کان زاده إلی النار، إن اللّٰه لا یمحو السيئ بالسيئ و لکن یمحو السيئ بالحسن إن الخبیث لا یمحو الخبیث، رواه أحمد و کذا فی شرح السنة .

(مشکوۃ صـ ۱/۲۴۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ حرام مال کما کراس میں سے صدقہ وخیرات کرتا ہواور اس کا وہ صدقہ قبول کرلیا جاتا ہو (یعنی اگر کوئی شخص حرام ذرائع سے کمایا ہوا مال صدقہ و

خیرات کرے تو اس کا صدقہ قطعاً قبول نہیں ہوتا اور نہ اسے کوئی ثواب ملتا ہے) اور نہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص اس حرام کو (اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر) خرچ کرتا ہو اور اس میں اسے برکت حاصل ہوتی ہو (یعنی حرام مال میں سے جو بھی خرچ کیا جاتا ہے اس میں بالکل برکت نہیں ہوتی) اور جو شخص (اپنے مرنے کے بعد) حرام مال چھوڑ جاتا ہے اس کی حیثیت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں رہتی کہ وہ مال اس شخص کے لئے ایک ایسا توشہ بن جاتا ہے جو اسے دوزخ کی آگ تک پہنچا دیتا ہے اور (یہ بات یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعے دور نہیں کرتے بلکہ برائی کو بھلائی کے ذریعے دور کرتے ہیں اسی طرح ناپاک مال، ناپاک مال کو دور نہیں کرتا (یعنی حرام مال بُرائی کو دور نہیں کرتا بلکہ حلال مال بُرائی کو دور کرتا ہے)

(۳) عن جابر رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ : لا یدخل الجنة لحم نبت من السحت و کل لحم نبت من السحت کانت النار أولی به، رواہ أحمد و الدارمی و البیهقی فی شعب الایمان (مشکوۃ صـ ۸)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: وہ گوشت جس نے حرام مال سے پرورش پائی ہے جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جو گوشت (یعنی جو جسم) حرام مال سے نشو ونما پائے وہ دوزخ کی آگ کے زیادہ لائق ہے۔

(۴) عن أبی بکر رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: لا یدخل الجنة جسد غذی بالحرام. رواہ البیهقی فی شعب الإیمان. (مشکوۃ صـ ۲۴۲)

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: جس بدن نے حرام مال سے پرورش پائی ہوگی وہ (شروع ہی میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ، اور سزا بھگتے بغیر) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۵) عن زید بن أسلم أنه قال: شرب عمر بن الخطاب لبناً و أعجبه و قال للذی سقاہ: من أین لک هذا اللبن؟ فأخبرہ أنه ورد علی ماء قد سماہ فإذا نعم

من نعم الصدقة و هم يسقون فحلبوا لی من ألبانها فجعلته فی سقائی و هو هذا فأدخل عمر يده فاستقائه، رواه البيهقی (مشکوۃ صـ ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم (جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزادکردہ غلام تھے) کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا جو اُن کو عجیب معلوم ہوا، انہوں نے اس شخص سے جس نے دودھ لاکر پلایا تھا پوچھا کہ یہ دودھ تمہیں کہاں سے ملا؟ تو اس نے بتایا کہ میں پانی کے ایک چشمے یا کنویں پر گیا تھا (اس نے چشمے یا کنویں کا نام بھی بتایا) وہاں میں نے دیکھا کہ زکوٰۃ کے کچھ جانور ہیں اور ان کے نگران ان کا دودھ نکال کر لوگوں کو پلا رہے ہیں، چنانچہ انھوں نے میرے لئے بھی دودھ دوہا جو میں نے لے کر اپنی مشک میں ڈال دیا یہ وہی دودھ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے حلق میں) ہاتھ ڈال کر قے کردی (اور اس دودھ کو پیٹ سے باہر نکال دیا کیونکہ وہ زکوٰۃ کا مال تھا جو ان کے لئے جائز نہ تھا)

(٦) عن عائشة قالت : كان لأبی بكر رضی اللہ عنہ غلام يخرج له الخراج فكان أبو بكر يأكل من خراجه فجاء يوما بشیء فأكل منه أبو بكر فقال له الغلام: تدری ما هذا؟ فقال أبو بكر: وما هو؟ قال: كنت تكهنت لإنسان فی الجاهلية و ما أحسن الكهانة إلا أنی خدعته فلقينی فأعطانی بذلك فهذا الذی أكلت منه قالت: فأدخل أبو بكر يده فقاء كل شیء فی بطنه (بخاری، مشکوٰۃ صـ ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا جو کمائی میں ایک مقررہ حصہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا کرتا تھا (جیسا کہ اہلِ عرب کا معمول تھا کہ وہ اپنے غلاموں کو کمائی پر لگا دیا کرتے تھے اور ان کو حاصل ہونے والی اجرت میں سے کوئی حصہ اپنے لئے مقرر کر لیا کرتے تھے) چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس غلام کی لائی ہوئی چیز کو کھا لیا کرتے تھے ایک مرتبہ وہ غلام کوئی چیز لایا جس میں سے حضرت ابوبکر

صدیق ﷛ نے بھی کھایا، ان کے کھانے کے بعد غلام نے کہا کہ آپ جانتے بھی ہیں کہ یہ کیسی چیز ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے فرمایا: مجھے کیا معلوم، تم ہی بتاؤ یہ کیسی چیز ہے؟ غلام نے کہا کہ میں ایامِ جاہلیت میں (یعنی اپنی حالتِ کفر میں) ایک شخص کو غیب کی باتیں بتایا کرتا تھا حالانکہ میں کہانت کا فن (یعنی پوشیدہ باتیں بتانے کا فن) اچھی طرح نہیں جانتا تھا بلکہ میں اس کو (غلط سلط باتیں بنا کر) فریب دیا کرتا تھا (اتفاقاً آج) اس شخص سے میری ملاقات ہوگئی تو اس نے مجھے یہ چیز دی، یہ وہی چیز تھی جو آپ نے کھائی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ (یہ سنتے ہی) حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے اپنے منہ (حلق) میں ہاتھ ڈال کر قے کردی اور جو کچھ پیٹ میں تھا (ازراہِ احتیاط) سب باہر نکال دیا۔

وصف نمبر ٤: مسلمان تاجر مشتبہ معاملات سے بھی بچتا ہے، کیونکہ مشتبہات سے احتراز کرنے والے کا دین وعزت دونوں محفوظ ہوتے ہیں جیسے حدیث شریف میں ہے:

(۱) عن النعمان بن بشير ﷛ قال : قال رسول الله ﷺ: الحلال بيّن و الحرام بيّن و بينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه و عرضه و من وقع فى الشبهات وقع فى الحرام كالراعى يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه ألا و إن لكل ملك حمى ألا و إن حمى الله محارمه ألا و إن فى الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله و إذا فسدت فسد الجسد كله ألا و هى القلب، متفق عليه (مشكوة صـ ۲۴۱)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر ﷛ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے لہٰذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک ومحفوظ کرلیا (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کے نہ تو دین میں کسی خرابی کا خوف رہے گا اور نہ کوئی

طعن وتشنیع کریگا) اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈھ (کنارے) پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔ جان لو! ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزیں ہیں اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے (یعنی جب وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے) تو (اعمالِ خیر اور حسنِ اخلاق واحوال کی وجہ سے) پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، یاد رکھو! گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔

نیز مسلمان تاجر جانتا ہے کہ ان مشتبہ معاملات سے بچوں گا تو متّقین اور پرہیزگاروں کا ساتھی بنوں گا، جیسے حدیث میں ہے:

عن عطیة السعدی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا یبلغ العبد أن یکون من المتّقین حتی یدع ما لا بأس به حذراً لما به بأس، رواہ الترمذی وابن ماجه

(مشکوۃ ص۔۲۴۲)

ترجمہ: حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اس وقت تک (کامل) پرہیزگاروں کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک کہ وہ ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی قباحت نہیں ہے، تاکہ اس طرح وہ ان چیزوں سے بچ سکے جن میں قباحت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دیانت واحتیاط کے دو واقعات

(۱) امام مسہر بن عبد الملک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کپڑا لایا اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا اس کی کتنی قیمت ہے؟ وہ بولا ایک ہزار، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی قیمت اس سے

بدرجہا زیادہ ہے حتی کہ آٹھ ہزار پر ان کا معاملہ طے ہوا۔

(۲) ایک دفعہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک تلمیذ (شاگرد) نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عدم موجودگی میں مدینہ منورہ کے ایک رہائشی کے ہاتھ چارسو درہم کا گرم کپڑا غلطی سے ایک ہزار درہم میں بیچ دیا، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب اس معاملہ کا علم ہوا تو شاگرد کو سخت تنبیہ فرمائی اور اس کو دکان کے سلسلے سے الگ کردیا، اور اس خریدار کا حلیہ پوچھ کر اس کے پیچھے ہولئے، جب اس شخص سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہوئی تو کافی اصرار اور تکرار کے بعد چھ سو درہم اسے واپس کردیئے اور کپڑا اس کے پاس چھوڑ کر پھر کوفہ لوٹ کر آئے، چنانچہ امام موفق رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں "**فرد علیہ ست مائة و ترک علیه الثوب و رجع الی الکوفة**" (سیدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی محدّثانہ جلالتِ شان، صفحہ: ۷۰)

وصف نمبر ۵ : مسلمان تاجر ناجائز حیلوں سے مال نہیں کماتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ناجائز حیلہ کرنے والوں کو آپ ﷺ نے بددعا دی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن عمر رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: قاتل اللّٰہ الیهود حرمت علیهم الشحوم فجملوها فباعوها، متفق علیه (مشکوۃ صـ ۲۴۱)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کرے ان پر چربیاں حرام کی گئیں تو انھوں نے اس کو پگھلایا (تاکہ چربی کا نام باقی نہ رہے) اور پھر اس کی خرید و فروخت شروع کردی۔

وصف نمبر ٦ : مسلمان تاجر تقویٰ (یعنی ناجائز معاملات اور گناہوں سے پرہیز) کرتا ہے اور نیکی یعنی لوگوں سے اچھا سلوک کرتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ بے دین تجار قیامت میں رسوا ہونگے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن عبید بن رفاعة عن أبیه عن النبی ﷺ قال: التجار یحشرون یوم القیامة

فجارا إلا من اتقى وبر وصدق .رواه الترمذی وابن ماجة والدارمی. (مشکوۃ صـ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت عبید بن رفاعہ (تابعی) رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والدِ محترم (حضرت رفاعہ بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ) سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تاجر لوگوں کا حشر فاجروں (یعنی دروغ گو اور نافرمان لوگوں) کے ساتھ ہوگا، ہاں (وہ تاجر اس سے مستثنیٰ ہونگے) جنھوں نے پرہیزگاری اختیار کی (یعنی خیانت اور فریب دہی وغیرہ میں مبتلا نہ ہوئے) اور نیکی کی (یعنی اپنی تجارتی معاملات میں لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا یہ کہ عبادتِ خداوندی کرتے رہے) اور سچ پر قائم رہے۔

وصف نمبر ۷ : مسلمان تاجر سچا اور امانت دار ہوتا ہے، کیونکہ وہ اس کی فضیلت سے باخبر ہے کہ ایسے تاجر کے لئے قیامت میں بہت بڑی کامیابی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی سعید رضی اللہ عنہ **قال : قال رسول الله** ﷺ**: التاجر الصدوق الأمين مع النبيين و الصديقين و الشهداء، رواه الترمذی** (مشکوۃ صـ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: (قول وفعل میں) نہایت سچائی اور نہایت دیانتداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا شخص نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

وصف نمبر ۸ : مسلمان تاجر جھوٹی قسموں سے سامان نہیں بیچتا، کیونکہ وہ جھوٹی قسم کی سزا سے واقف ہے کہ ایسا تاجر آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم سے محروم ہوگا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۱) عن أبی ذر رضی اللہ عنہ **عن النبی** ﷺ **قال: ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة و لا ينظر إليهم و لا يزكيهم و لهم عذاب أليم، قال أبو ذر: خابوا و خسروا من هم يا رسول الله؟ قال: المسبل و المنان و المنفق سلعته بالحلف الكاذب، رواه مسلم.** (مشکوۃ صـ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے (مہربانی وعنایت کا) کلام کرے گا، نہ بنظرِ رحمت وعنایت ان کی طرف دیکھے گا، اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ہلاک و برباد ہو جائیں، وہ لوگ کون ہیں یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا (ٹخنوں سے نیچے) تہبند اور شلوار لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور اپنے مال کو جھوٹی قسم سے بیچنے والا۔

نیز وہ جانتا ہے کہ جھوٹی قسم سے سامان تو فروخت ہو جائے گا لیکن برکت نہ ہوگی، جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۲) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبركة، رواه البخاری و مسلم (مشکوٰۃ ص۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم (شروع میں تو) مال واسباب کے لئے (بیچنے اور) رواج دینے کا سبب بنتی ہے لیکن (انجام کار) برکت کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہے۔

(۳) عن أبی قتادة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ إياكم و كثرة الحلف فی البيع فإنه ينفق ثم يمحق، رواه مسلم (مشکوۃ ص۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنی تجارتی زندگی میں زیادہ قسمیں کھانے سے پرہیز کرو کیونکہ (تجارتی معاملات) میں زیادہ قسمیں کھانا کاروبار کو رواج دیتا ہے مگر پھر برکت کھو دیتا ہے۔

وصف نمبر ۹ : مسلمان تاجر اتنا خوش اخلاق ہوتا ہے کہ مالدار شخص بھی اگر وقت پر ادھار ادا نہ کر سکے اور مزید مہلت مانگے تو اس کو بھی مہلت دیتا ہے اور جو مسکین شخص

ادھار ادا کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا تو کل یا بعض معاف کر دیتا ہے، کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ یہ عمل اس کے لئے صدقہ ہے اور قیامت کے دن مصائب سے چھٹکارے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں جگہ دلوانے اور جنت میں داخل ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، جیسا کہ احادیث میں ہے:

(۱) عن حذیفة ؓ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: إن رجلا كان فيمن قبلكم أتاه الملك ليقبض روحه فقيل له: هل عملت من خير؟ قال: ما أعلم ؟ قيل له: انظر قال: ما أعلم شيئاً غير أني كنت أبايع الناس في الدنيا و أجازيهم فأنظر الموسر و أتجاوز عن المعسر فأدخله اللّٰه الجنة ، متفق عليه (مشکوۃ ص۲۴۳)

ترجمہ: حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں، اس سے کہا گیا کہ اچھی طرح سوچ لے، اس نے کہا کہ مجھے قطعاً یاد نہیں آرہا ہے، ہاں! میں دنیا میں جب لوگوں سے خرید و فروخت کے معاملات کیا کرتا تھا (تو تقاضا کے وقت یعنی مطالبات کی وصولی میں) ان پر احسان کیا کرتا تھا بایں طور کہ مستطیع اور مالدار لوگوں کو تو مہلت دے دیتا تھا اور جو نادار مسکین ہوتے ان کو معاف کر دیتا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے اسی عمل سے خوش ہوکر) اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

(۲) عن أبي هريرة ؓ أن النبي ﷺ قال: كان رجل يداين الناس فكان يقول لفتاه: إذا أتيت معسرا تجاوز عنه لعل اللّٰه أن يتجاوز عنا قال: فلقي اللّٰه فتجاوز عنه، رواه البخاري و مسلم (مشکوۃ ص۲۵۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک شخص تھا جو لوگوں سے قرض لین دین کا معاملہ کرتا تھا (یعنی لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا) اور اس نے اپنے

کارندے سے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب کسی تنگ دست کے پاس (قرض وصول کرنے جاؤ) تو اس سے درگزر کرو شاید اللہ ہم سے درگزر فرمائے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب اس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی (یعنی اسکا انتقال ہوا) تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر کیا (اور اس کے گناہوں پر مواخذہ نہیں کیا)

(۳) عن أبی قتادة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من سرّہ أن ینجیه اللّٰہ من کرب یوم القیامة فلینفس عن معسر أو یضع عنه، رواہ مسلم (مشکوۃ ص ۲۵۷)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ مفلس اور تنگدست سے اپنا قرض وصول کرنے میں تاخیر کرے یا اس کو معاف کر دے (یعنی اپنا پورا قرض یا جتنا ہو سکے معاف کر دے)

(۴) عن أبی الیسر رضی اللہ عنہ قال: سمعت النبی ﷺ یقول: من أنظر معسرا أو وضع عنه أظله اللّٰہ فی ظله، رواہ مسلم (مشکوۃ ص ۲۵۷)

ترجمہ: حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا نبی کریم ﷺ سے کہ جو شخص تنگ دست کو مہلت دے یا اس کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا (قیامت کے دن اسے گرمی کی تپش اور اس دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے گا)

(۵) عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من کان له علی رجل حق فمن أخرہ کان له بکل یوم صدقة، رواہ احمد (مشکوۃ ص ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص کا کسی پر کوئی حق (یعنی قرضہ وغیرہ) ہو تو وہ (اس کو وصول کرنے) میں تاخیر کرے (یعنی قرض دار کو مہلت دے) تو اسے (دی ہوئی مہلت کے) ہر دن کے بدلے صدقہ کا ثواب ملے گا۔

وصف نمبر ۱۰ : مسلمان تاجر خرید نے، بیچنے اور اپنے حق کے مطالبہ میں، غرض ہر معاملے میں نرمی کرتا ہے کیونکہ یہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ ایسے نرم دل شخص کو آپ ﷺ نے رحمت کی دعا دی۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: رحم اللّٰہ رجلا سمحا إذا باع و إذا اشتری و إذا اقتضی، رواہ البخاری (مشکوۃ ص ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو بیچنے میں، خریدنے میں اور تقاضا کرنے میں نرمی کرتا ہے۔

وصف نمبر ۱۱ : مسلمان تاجر حرام مال سے تجارت نہیں کرتا، کیونکہ حرام خور کی نہ تو عبادات قبول ہوتی ہیں اور نہ ہی اسکے مال میں برکت ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: من اشتری ثوبا بعشرة دراهم و فيه درهم حرام لم يقبل اللّٰه له صلاة ما دام عليه، ثم أدخل أصبعيه فی أذنيه و قال: صمتا إن لم يكن النبی ﷺ سمعته يقوله، رواه احمد و البيهقی (مشکوۃ ص ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص (مثلاً) ایک کپڑا دس درہم میں خریدے اور ان میں ایک درہم بھی حرام مال کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس شخص کی نماز قبول نہیں کرے گا جب تک کہ آدمی کے جسم پر وہ کپڑا ہوگا، اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی (شہادت کی) دونوں انگلیاں اپنی کانوں میں ڈالیں اور کہا کہ یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہو۔

رزق میں برکت کی علامت

رزق میں برکت کی علامت یہ ہے کہ اس رزق کی وجہ سے آدمی کو قناعت (جتنا مل جائے اس پر صبر و شکر کرنا) اور نیک اعمال کی توفیق نصیب ہو جائے جیسا کہ مرقاۃ میں ہے:

قال العلامة المنلا علی القاری رحمه الله تعالی: و منها أن طلب الدعاء من الأنبیاء و الأولیاء مطلوب ...... و أمثالهما فقال اللّٰهم بارک لهم فیما رزقتهم و علامة البرکة القناعة و توفیق الطاعة (باب الدعوات فی الأوقات)

ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری الکعبی رحمہ اللہ کا قصّہ

(جن کو ایک ہار ملا تھا، وہ انہوں نے مالک کو لوٹایا، پھر اس مالک کی بیٹی کے ساتھ نکاح ہوا، بیوی کا انتقال ہوا، اور یہ ہار وراثت میں ملا جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی)

قاضی محمد بن عبدالباقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کنت مجاوراً بمکة حرسها اللّٰه تعالیٰ، میں مکہ کے پڑوس میں اقامت پذیر تھا، ایک دن مجھے سخت بھوک لگی، میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے میں اپنی بھوک کو ختم کرتا، اس دوران مجھے ریشم کی ایک تھیلی ملی جو ریشم ہی کے تار سے بندھی ہوئی تھی، میں اس کو اٹھا کر اپنے گھر لے آیا: فحللته فوجدت فیه عقداً من لؤلؤ لم أر مثله، جب میں نے اس کو کھولا تو اس میں ایک موتیوں کا ایسا ہار پایا کہ اس جیسا ہار میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، چنانچہ میں گھر سے نکل پڑا، دیکھا تو ایک بڑی عمر والا آدمی اس کے متعلق اعلان کر رہا ہے اس کے پاس کپڑے کا ایک تھیلا ہے: فیها خمس مائة دینار، جس میں پانچ سو دینار تھے اعلان یہ تھا کہ: هٰذا لمن یرد علیّ الکیس الذی فیه اللؤلؤ ، یہ انعام اس شخص کو ملے گا جو مجھے موتی والی تھیلی دے گا، میں نے سوچا کہ اس وقت أنا محتاج، و أنا جائع، فآخذ هٰذا الذّهب و أردُّ علیه الکیس ، میں محتاج اور بھوکا ہوں، یہ سونا میں لے کر اس سے نفع حاصل کر لونگا اور اس کو اسکی موتی والی تھیلی لوٹا دوں گا، میں نے اس سے کہا: تعال اليّ ، تشریف لے آیئے چنانچہ میں اس کو اپنے گھر لے آیا، اس نے تھیلی، ہار، موتی، اس کی تعداد اور اس کے ساتھ لگے بندھے ہوئے دھاگہ کی علامت بتادی، میں نے وہ نکال کر اس کے حوالہ کیا: فسلم اليّ خمس

مائة دینار، فما اخذتها ،اس نے مجھے پانچ سو دینار حوالہ کر دیئے، میں نے لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا: **یجب علیّ أن أعیده الیک و لا اٰخذ له جزاءً**،اس کا لوٹانا تو میرے ذمہ ضروری تھا میں اس کا کوئی بدلہ نہیں لوں گا،اس نے کہا ''یہ ضرور لینا ہوگا'' اس نے اصرار بھی بہت کیا لیکن میں نے قبول کرنے سے انکار کیا، چنانچہ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔

(اس کے بعد) میرا معاملہ یوں ہوا کہ: **فانی خرجت من مکة، و رکبت البحر فانکسر المرکب، و غرق الناس**، میں مکہ سے روانہ ہوا اور کشتی میں سوار ہوا، کشتی ٹوٹ گئی،لوگ غرق ہوئے ،ان کے مال بھی تباہ ہوگئے :**و سلمت أنا علٰی قطعة من المرکب**، میں کشتی کے ایک ٹکڑے پر محفوظ رہا، کچھ عرصہ میں سمندر ہی میں رہا، پتہ نہیں چلتا تھا کہ کہاں جاؤں؟

فوصلت الیٰ جزیرة فیها قوم، فقعدت فی بعض المساجد چنانچہ میں ایک جزیرہ پر پہنچا جہاں کچھ لوگ تھے، میں ایک مسجد میں جا بیٹھا اور پڑھنے لگا،لوگوں نے میری قرأت سنی، جزیرہ کا ہر آدمی میرے پاس آکر کہنے لگا: **علمنی القرآن**، مجھے قرآن کریم سکھائیے،اس طرح میں نے ان کو قرآن کریم کی تعلیم دینا شروع کیا،جس کے نتیجے میں مجھے بہت کچھ مال (بھی) ملا،قرآن شریف کے چند صفحات لے کر جب میں انہیں دیکھ کر پڑھنے لگا تو انہوں نے مجھ سے کہا کیا آپ لکھنا بھی جانتے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں ،انہوں نے کہا: **علِّمنا الخط**، پھر ہمیں خط وکتابت (بھی) سکھا دیجئے، چنانچہ میں ان کے بچوں اور جوانوں کو خط وکتابت سکھاتا رہا،اس سے بھی مجھے مال کا وافر حصہ ملا، پھر انہوں نے کہا: **عندنا صبیّة یتیمة و لها شیء من الدنیا نرید أن تتزوج بها؟ فامتنعت** ،ہمارے ہاں ایک یتیم لڑکی ہے جس کے پاس کچھ دنیا کا ساز وسامان بھی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان سے نکاح کرلیں (محمد بن عبد الباقی فرماتے ہیں) میں نے انکار کیا لیکن انھوں نے کہا: **لا بدّ**، یہ ایک

لازمی چیز ہے: **فأجبتهم الٰی ذٰلک**، ان کے اصرار پر میں نے ہاں کر دی، جب رخصتی ہوئی (اور لڑکی سے پہلی ملاقات کے لئے لڑکی، اسکے محرم رشتہ دار اور میں، سب ایک کمرے میں بیٹھ گئے) تو میں نے لڑکی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا: **فوجدت ذٰلک العقد بعینه معلّقاً فی عنقها**، تو وہی ہار اس کے گلے میں پہنا ہوا دیکھا، ان لوگوں نے کہا: **یا شیخ کسرت قلب هٰذه الیتیمة من نظرک الیٰ هٰذا العقد، و لم تنظر الیها**، آپ نے یتیم لڑکی کو دیکھنے کے بجائے اس کے ہار کی طرف (مسلسل) دیکھنے کی وجہ سے اس لڑکی کے دل کو توڑا، میں نے ان لوگوں کو اس ہار کا پورا قصہ سنایا: **فصاحوا و صرخوا بالتهلیل و التکبیر حتیٰ بلغ الیٰ جمیع أهل الجزیرة**، وہ چیخ اٹھے اور لاالٰہ الا اللّٰہ ، اللّٰہ اکبر کا نعرہ بلند کیا یہاں تک کہ اس واقعہ کی خبر تمام جزیرے والوں کو ہوئی: **ما بکم؟** میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے: **ذٰلک الشیخ الذی أخذ منک هٰذا العقد أبو هٰذه الصبیّة**، وہ بوڑھا جس نے آپ سے یہ ہار لیا تھا وہ اسی یتیم لڑکی کا والد تھا (حج سے واپس آنے کے بعد) وہ یہ کہا کرتا تھا: اس ہار لوٹانے والے آدمی کی طرح میں نے کسی کامل مسلمان کو نہیں دیکھا ہے اور (مسلسل) وہ یہ دعا کیا کرتا تھا کہ: **اللّٰهمّ اجمع بینی و بینه حتّیٰ أزوّجه بابنتی**، اے اللہ! مجھے اور اس (نیک شخص) کو ایک جگہ جمع کر دیجئے تا کہ میں اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرا دوں، وہ دعا اب قبول ہوئی، (اس کے بعد کا قصہ یہ ہوا کہ) میں کچھ عرصہ اس عورت کے ساتھ رہا: **و رزقت منها ولدین**، اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے دو بیٹے بھی دیئے: **ثم انها ماتت**، پھر اس عورت کا انتقال ہو گیا: **فورثت العقد أنا و ولدای**، وہی ہار مجھے اور میرے دو بیٹوں کو وراثت میں ملا: **ثم مات الولدان فحصل العقد لی**، پھر میرے ان دونوں بیٹوں کا بھی انتقال ہوا (جس کی وجہ سے) پھر وہ پورا ہار صرف میرا ہی ہوا: **فبعته بمائة الف دینار**، میں نے اس کو ایک لاکھ دینار میں بیچ دیا: و

هٰذا المال الذی ترون معی من بقایا ذٰلک المال، یہ جو مال (کی کثرت، فراوانی اور برکت) تمھیں نظر آرہی ہے یہ اسی (حلال) مال کے باقی ماندہ میں سے ہے۔

(غرائب الاخبار فی حیاۃ السّلف الاخیارص:۵۴، ط: مکتبہ دارالتراث، کویت)

تنبیہ: لقطہ کی صورت میں جو ملا تھا اگر اس وقت نہ دیتا تو حرام ہوتا اور یہ برکت نہ ہوتی، آج حلال اور جائز طور پر ملا تو اتنی برکت ہوئی جو تمھیں خود نظر آرہی ہے نیز اس واقعہ سے حلال کی برکت کے ساتھ دعا کی اہمیت اور قبولیت کا پتہ بھی چلا۔

وصف نمبر ۱۲ : اگر کسی وجہ سے گاہک خریدا ہوا مال واپس کردے تو بخوشی واپس لے کر اس کی رقم واپس کر دیتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اس عمل سے گناہ معاف ہوتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی هريرة ﷛ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من أقال مسلما أقاله اللّٰه عثرته يوم القيامة، رواه أبو داود و ابن ماجه و فی شرح السنة بلفظ المصابيح عن شريح الشامی مرسلا (مشکوۃ صـ۲۵۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ﷛ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسلمان کی بیع واپس کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا۔

وصف نمبر ۱۳ : مسلمان تاجر دوسرے کا حق بہتر طریقے سے ادا کرتا ہے یعنی کچھ زیادہ کر کے دیتا ہے، آج کے بے دین تاجروں کی طرح نہیں ہوتا کہ بلا عذر ٹال مٹول کرتا رہے تاکہ صاحب حق پریشان ہو کر اپنے حق میں سے کچھ کمی کرنے پر مجبور ہو جائے کیونکہ وہ حسنِ ادا کو اسلام کا حکم سمجھتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی هريرة ﷛ أن رجلا تقاضی رسول اللّٰه ﷺ فأغلظ له فهمّ أصحابه فقال: دعوه فإن لصاحب الحق مقالا و اشتروا له بعيرا فأعطوه إياه قالوا: لا

نـجـد إلا أفـضـل من سنّه، قال: اشتروه فأعطوه إياه فإن خيركم أحسنكم قضاء، متفق عليه (مشکوۃ صـ ۲۵۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (اونٹ) کا تقاضا کیا (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بطورِ قرض لیا تھا) اور تقاضا بھی بڑی سخت کلامی کے ساتھ کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (جب اس کو اس سخت کلامی اور آدابِ نبوت کے خلاف اس کی حرکت پر) سزا دینی چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کچھ نہ کہو، کیوں کہ جس کا حق ہے اس کو کہنے کا اختیار ہے، البتہ ایسا کرو کہ ایک اونٹ خرید کر اس کو دے دو (تا کہ اس کا مطالبہ ادا ہو جائے اور اسے پھر کچھ کہنے کا حق نہ رہے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ (اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطورِ قرض جو اونٹ دیا تھا) اس عمر کا کوئی اونٹ نہیں مل رہا ہے بلکہ اس سے زیادہ عمر کا مل رہا ہے (یعنی اس کا اونٹ چھوٹا اور کم تر تھا اور ہمیں جو اونٹ مل رہا ہے وہ بڑا اور اچھا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جو اونٹ تمہیں مل رہا ہے) اسی کو خرید لو (اگر چہ وہ اس کے اونٹ کے بنسبت بڑا اور اچھا ہے) اور اسے دے دو، یاد رکھو! تم میں بہتر شخص وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں اچھا ہو۔

وصف نمبر ١٤ : مسلمان تاجر کو اگر کبھی ادھار یا قرض کی ضرورت پڑ جائے تو ادا کرنے کی نیت سے ادھار اور قرض لیتا ہے اور مسلسل ادائیگی کی کوشش بھی کرتا رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس نیت اور کوشش سے اللہ تعالیٰ ادائیگی کی صورتیں پیدا فرماتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من أخذ أموال الناس يريد أدائها أدى الله عنه و من أخذ يريد إتلافها أتلفه الله عليه، رواه البخاری (مشکوۃ صـ ۲۵۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کا مال لے کر اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی کسی ضرورت اور احتیاج ہی

کی بنا پر قرض لے اور پھر اس کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو اور ادا کرنے کی کوشش بھی کرتا ہو) تو اللہ تعالیٰ اس سے وہ ادا کرا دیتا ہے (یعنی قرض کو ادا کرنے کی نیت رکھنے والے کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے بایں طور کہ یا تو دنیا میں قرض ادا کرنے کی استطاعت دے دیتا ہے یا آخرت میں حق دار کو راضی کر دیتا ہے) اور جو شخص لوگوں کا مال لے کر ضائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی احتیاج اور ضرورت کے بغیر کسی سے قرض لے اور پھر اس قرض کی ادائیگی کی نیت بھی نہ رکھتا ہو) تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کر دیتا ہے۔

وصف نمبر ۱۵ : مسلمان تاجر کسی کے ادھار اور قرض کو دباتا نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مقروض اور مدیون کی روح قرض کی وجہ سے معلّق رہتی ہے اور شہادت جیسے عملِ صالح کی وجہ سے بھی یہ گناہ معاف نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۱) عن أبی قتادة رضی اللہ عنہ قال: قال رجل: یا رسول اللّٰہ! أ رأیت إن قتلت فی سبیل اللّٰہ صابرا محتسبا مقبلا غیر مدبر یکفر اللّٰہ عنی خطایای؟ فقال: رسول اللّٰہ ﷺ: نعم. فلما أدبر ناداہ، فقال: نعم إلا الدَّین، کذلک قال جبریل، رواہ مسلم (مشکوۃ صہ ۲۵۸)

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے بتائیے! اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں اس حال میں کہ میں صبر کرنے والا اور ثواب کا خواہش مند ہوں (یعنی میں دکھانے، سنانے کی غرض سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اور ثواب کی طلب میں جہاد کروں پھر شہید کر دیا جاؤں) اور اس طرح جہاد کروں کہ میدانِ جنگ میں دشمن کو پیٹھ نہ دکھاؤں، بلکہ ان کے سامنے سینہ سپر رہوں (یہاں تک کہ لڑتے لڑتے مارا جاؤں) تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کر دے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر جب وہ شخص (اپنے سوال کا جواب پا کر) واپس ہوا تو

آپ ﷺ نے اُسے آواز دی اور فرمایا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ یقیناً معاف کر دے گا مگر قرض کو معاف نہیں کرے گا، مجھ سے جبرائیل علیہ السلام نے یہی کہا ہے۔

(۲) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: نفس المؤمن معلّقة بدَينه حتی يقضی عنه، رواه الشا فعی و أحمد و الترمذی و ابن ماجه و الدارمی

(مشکوٰۃ صـ۲۵۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی روح اپنے قرض کی وجہ سے اس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ ہو جائے (یعنی جب کوئی قرض دار مر جاتا ہے تو اس کی روح اس وقت تک بندگانِ صالح کی جماعت میں داخل نہیں ہوتی جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے)

(۳) عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من مات و هو بریء من الكبر و الغلول و الدَّين دخل الجنة، رواه الترمذی و ابن ماجه و الدارمی(مشکوٰۃ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرے کہ وہ تکبر، خیانت اور قرض سے پاک ہو تو وہ (مقبول بندوں کے ساتھ ہو کر) جنت میں داخل ہوگا۔

(۴) عن عبد اللّٰه بن أبی ربيعة رضی اللہ عنہ قال: استقرض منی النبی ﷺ أربعين ألفا فجاءه مال فدفعه إليّ و قال: بارک اللّٰه تعالی فی أهلک و مالک إنما جزاء السلف الحمد و الأداء، رواه النسائی (مشکوٰۃ صـ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے مجھ سے ایک موقع پر چالیس ہزار (درہم) قرض لیے تھے پھر جب آپ ﷺ کے پاس ایک بڑی مقدار میں مال آیا تو آپ ﷺ نے مجھے (وہ سب مال یا اس مال میں سے میرے قرض کے بقدر) دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اہل وعیال اور تمھارے اموال میں برکت عطاء فرمائے، قرض

کا بدلہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ (جب قرض مل جائے تو) شکر و ثناء کی جائے اور (جلد سے جلد) اس کی ادائیگی کا انتظام کیا جائے۔

(۵) عن سعد بن الأطول رضی اللہ عنہ قال: مات أخي و ترک ثلاثمائة دينار و ترک ولدا صغارا فأردت أن أنفق عليهم، فقال لي رسول الله ﷺ: إن أخاک محبوس بدينه فاقض عنه، قال: فذهبت فقضيت عنه و لم تبق إلا امرأة تدعي دينارين و ليست لها بينة، قال: أعطها فإنها صادقة، رواه أحمد (مشکوٰۃ ص ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت سعد بن الاطول رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میرا بھائی مر گیا تو اس نے تین سو دینار اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے تھے، چنانچہ میں نے چاہا کہ ان تین سو دیناروں کو اس کے چھوٹے بچوں پر خرچ کر دوں (اور اس کا قرض ادا نہ کروں) لیکن رسولِ کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمھارا بھائی اپنے قرض کی وجہ سے (عالمِ برزخ میں) محبوس کر دیا گیا ہے (جس کے سبب وہ وہاں کی نعمتوں اور صلحاء کی صحبت سے محروم ہے) لہٰذا تم اس کا قرض ادا کر دو، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (یہ سنتے ہی) میں گھر آیا اور اپنے بھائی کا قرض ادا کیا، پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنے بھائی کا قرض ادا کر دیا ہے، اب کسی کا کوئی مطالبہ باقی نہیں ہے، ہاں ایک عورت باقی رہ گئی ہے جو دو دینار کا دعویٰ کر رہی ہے لیکن اس کا کوئی گواہ نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اس کو بھی دو دینار دے دو، وہ سچی ہے۔

وصف نمبر ۱۶ : مسلمان تاجر غیر مسلم تاجر کی طرح صرف اپنے پیٹ، اپنے دستر خوان اپنے لباس، اپنے مکان اور اپنی سواری وغیرہ کے لئے نہیں کماتا بلکہ کمانے میں اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کی مختلف صورتوں میں خرچ کرنے کی نیت بھی کرتا ہے، وہ دینی ضرورتوں کے پورا کرنے کو اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے، مقروض کے قرض کی ادائیگی اور مسکین کی

حاجت براری میں اپنے وسائل اور استطاعت کے موافق پیش پیش رہتا ہے، کیونکہ اس میں اس مسلمان تاجر کو اصل اور حقیقی نفع (یعنی جہنم سے بچاؤ اور حفاظت) ملنا یقینی طور پر نظر آتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی سعید الخدری ؓ قال : أتی النبی ﷺ بجنازة لیصلی علیها فقال: هل علی صاحبکم دَین؟ قالوا: نعم قال: هل ترک له من وفاء؟ قالوا: لا ! قال: صلوا علی صاحبکم، قال علی بن أبی طالب: عليّ دینه، یا رسول اللّٰه! فتقدم فصلی علیه، وفی روایة معناه و قال: فک الله رهانک من النار کما فککت رهان أخیک المسلم، لیس من عبد مسلم یقضی عن أخیه دینه إلا فک اللّٰه رهانه یوم القیامة، رواه فی شرح السنة (مشکوٰۃ صـ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری ؓ کہتے ہیں (ایک دن) نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ ﷺ اس کی نماز پڑھائیں، آپ ﷺ نے (جنازہ لانے والوں سے) دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے اس ساتھی پر قرض بھی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں! آپ ﷺ نے پھر پوچھا کہ کیا یہ شخص اپنے قرض کی ادائیگی کے بقدر (مال) چھوڑ گیا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم لوگ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لو (میں نہیں پڑھوں گا) حضرت علی ؓ نے (یہ سن کر) کہا یا رسول اللہ! اس کے قرض کی ادائیگی میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ آگے بڑھے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

ایک اور روایت میں ہے (مگر اس کے الفاظ اس سے مختلف ہیں) کہ آپ ﷺ نے (حضرت علی ؓ سے) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری جان کو اسی طرح نجات دے جس طرح تو نے اپنے مسلمان بھائی کی جان کو (قرض کے بوجھ سے) نجات دی (یاد رکھو!) جو مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کا قرض ادا کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جان کو نجات دے گا۔

وصف نمبر ۱۷ : مسلمان تاجر اگر کسی دوسرے سے شراکت میں کاروبار کرتا ہے تو شریک کی خیر خواہی کرتا ہے اور اسکو زیادہ نفع پہنچانے کی نیت سے محنت کرتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو ساتھ لے کر تجارت کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے شریک کی خیر خواہی کرنا اور اس کو دھوکہ نہ دینا، خیانت نہ کرنا ضروری ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ رفعه قال: إن الله عز وجل يقول: أنا ثالث الشريكين ما لم يخن صاحبه فإذا خانه خرجت من بينهما، رواه أبوداود وزاد رزين: و جاء الشيطان (مشکوٰۃ صـ ۲۶۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں دو شریکوں کے درمیان ایک تیسرا (نگہبان) ہوں جب تک کہ ان میں سے کوئی اپنے دوسرے شریک کے ساتھ خیانت نہیں کرتا، اور جب وہ خیانت اور بد دیانتی پر اتر آتا ہے تو میں ان کے درمیان سے ہٹ جاتا ہوں۔ (ابوداود) اور رزین نے اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں ''اور پھر ان کے درمیان شیطان آجاتا ہے۔''

وصف نمبر ۱۸ : مسلمان تاجر کی دیانت داری اس معیار کی ہوتی ہے کہ دھوکا دینے والے اور خیانت کرنے والے کو بھی، نہ دھوکہ دیتا ہے نہ اس سے خیانت و بد دیانتی کا معاملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اس کو بلند اخلاق، اعلیٰ کردار اور حکمِ شرع سمجھتا ہے۔

عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: أدِّ الأمانة إلى من ائتمنك و لا تخن من خانك، رواه الترمذی و أبو داود و الدارمی (مشکوٰۃ صـ ۲۶۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تمھیں امین بنایا ہے اس کی امانت اس تک پہنچا دو، جو شخص تمھارے ساتھ خیانت کرے تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

وصف نمبر ۱۹ : جب تک مالِ تجارت اس کے قبضے میں نہیں آتا، آگے دوسرے کو نہیں بیچتا کیونکہ مسلمان تاجر جانتا ہے کہ قبضہ سے پہلے بیع، ممنوع اور نفع حرام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۱) عن حکیم بن حزام ﷛ قال: نهانی رسول الله ﷺ أن أبیع ما لیس عندی، رواه الترمذی و أبو داود و النسائی (مشکوۃ صـ۲۴۸)

ترجمہ : حضرت حکیم بن حزام ﷛ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے مجھے منع کیا ایسی چیز کو بیچنے سے جو میرے قبضہ میں نہیں ہے۔

(۲) عن ابن عباس ﷛ قال: أما الذی نهی عنه النبی ﷺ فهو الطعام أن یباع حتی یقبض، قال ابن عباس ﷛: و لا أحسب کل شیء إلا مثله، متفق علیه.

(مشکوۃ صـ ۲۴۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے جس چیز کو منع کیا ہے وہ غلہ ہے کہ اس کو قبضہ میں لانے سے پہلے فروخت کرنا ممنوع ہے (یعنی قبضہ سے قبل غلہ بیچنے سے منع فرمایا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ اس بارے میں ہر چیز غلہ کی مانند ہے۔

(۳) عن ابن عمر ﷛ قال: قال رسول الله ﷺ: من ابتاع طعاما فلا یبیعه حتی یستوفیه، و فی روایة ابن عباس: حتی یکتاله، رواه البخاری و مسلم.

(مشکوۃ صـ ۲۴۷)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص غلہ خریدے تو اس کو اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک کہ اس کو پوری طرح (قبضہ میں) نہ لے لے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک اس کو ناپ (کر قبضہ میں) نہ لے۔

وصف نمبر ۲۰ : یاد رکھیے! بعض بے دین تاجر قرض دے کر اس سے دو طرح کا نفع لیتے ہیں۔

ایک یہ کہ قرض کے دباؤ میں اپنی کوئی چیز اس کے ہاتھ بازاری قیمت (مارکیٹ ریٹ) سے زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ قرض کی وجہ سے مقروض سے کوئی چیز سستے داموں خریدتے ہیں، اور یہ دونوں صورتیں ناجائز اور حرام ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ: لا یحل سلف و بیع و لا شرطان فی بیع و لا ربح ما لم یضمن و لا بیع ما لیس عندک،

رواه الترمذی و أبو داود و النسائی (مشکوۃ صہ ۲۴۸)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا قرض اور بیع (ایک دوسرے سے معلق کر کے) حلال نہیں ہے، بیع میں دو شرطیں کرنی درست نہیں، اس چیز سے نفع اٹھانا درست نہیں جو ابھی ضمان (اور قبضہ) میں نہیں آئی اور اس چیز کو بیچنا جائز نہیں جو تمہارے پاس (یعنی تمہاری ملکیت) نہیں ہیں۔

وصف نمبر ۲۱ : مسلمان تاجر مبیع اور سامان کا عیب نہیں چھپاتا بلکہ گاہک کو صاف صاف بتلاتا ہے کہ اس میں فلاں فلاں عیوب ہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ عیب چھپانا موجبِ لعنت اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے کاموں میں سے ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن واثلة بن الأسقع رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: من باع عیبا لم ینبه لم یزل فی مقت الله أو لم تزل الملائکة تلعنه، رواه ابن ماجه.

(مشکوۃ صہ ۲۴۹)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم ﷺ کو یہ فرماتے

ہوئے سنا: جو شخص کسی عیب دار چیز کو اس طرح بیچے کہ اس کے عیب سے خریدار کو مطلع نہ کرے تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہتا ہے، یا یہ فرمایا کہ اس پر فرشتے ہمیشہ لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

وصف نمبر ۲۲ : مسلمان تاجر وعدہ کا پکا ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ”**اوفوا بالعهد**“ نازل فرما کر ہم کو باہم عہد و پیمان کے نبھانے کا حکم دیا ہے۔حدیث میں وعدہ خلافی کو منافقت کی ایک خصلت بتلا کر ہم کو وعدہ خلافی سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔چنانچہ حدیث میں ہے:

عن أبی هريرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: آية المنافق ثلاث زاد مسلم: و إن صام و صلى و زعم أنه مسلم. ثم اتفقا: إذا حدث كذب و إذا وعد أخلف و إذا أوتمن خان (مشكوة صـ ١٨)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

﴿ٹائرز کا مروجہ کاروبار، مختلف صورتیں اور شرعی حکم﴾

مارکیٹ میں اس وقت درج ذیل صورتیں خرید وفروخت کی پائی جاتی ہیں، ان صورتوں سے متعلق تفصیلی جواب درکار ہے۔ امید ہے کہ حضرات مفتیانِ کرام اس سلسلے میں ہماری معاونت فرما کر درج ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں گے۔

فجزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء.

سائل: تاجران ٹائرز مارکیٹ کراچی

﴿سوال نمبر۱﴾ کسی کو رقم کی ضرورت ہے وہ ٹائر کے دکاندار کے پاس جاتا ہے، دکاندار کو یہ معلوم ہے کہ اسے ٹائر کی ضرورت نہیں بلکہ رقم کی ضرورت ہے، لیکن دکاندار بدوں نفع اور سود قرض رقم دینے کے لئے تیار نہیں، اس لئے بجائے رقم کے ادھار پر ٹائر بیچ دیتا ہے، وہ ضرورت مند شخص دوبارہ اسی دکاندار کے ہاتھ نقد پر کم قیمت میں وہ ٹائر واپس بیچ دیتا ہے، اس طرح معاملہ کرنے سے دکاندار کو دو طرف سے نفع اور ضرورت مند کو نقد رقم مل جاتی ہے۔

﴿سوال نمبر۲﴾ سوال نمبر۱ میں ضرورت مند کبھی ٹائر ظاہری طور پر ثالث کے ہاتھ بیچ دیتا ہے، جبکہ وہ ثالث حقیقت میں اسی دکاندار کا آدمی ہوتا ہے، خواہ وہ اس کا ملازم ہو یا شریک، اسی طرح وہ ٹائر واپس اسی دکاندار کے پاس کم قیمت میں آجاتے ہیں۔

جواب: ۱ - ۲: یہ دونوں صورتیں ناجائز اور سود کھانے کا حیلہ ہیں۔

قال العلامة العینی رحمه الله تعالی: عن أبی اسحاق عن امرأته رحمها الله تعالیٰ أنها دخلت علی عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فی نسوة فسالت امرأة فقالت: یا أم المؤمنین! کانت لی جاریة فبعتها من زید بن أرقم رضی الله تعالی عنه بثمان مائة الی العطاء (أی الأجل) ثم ابتعتها منه بست مائة فنقدت له ست

مـائة و كتبـت عليه بثمان مائة، فقالت: عائشة بئس ماشريت و بئس ما اشتريت أخبـرى زيـد بـن أرقم أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله ﷺ الا أن يتـوب، فقالت الـمرأة لعائشة رضى الله تعالىٰ عنها: أ رأيت ان أخذت رأس مالى و رددت عليه الفضل؟ فقالت: ”فمن جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف“

(البناية فى شرح الهداية ۷/۲۳۰،ط: رشيديه)

ترجمہ: ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چند عورتوں کے ساتھ آئی، تو اس عورت نے کہا: ام المؤمنین! میری ایک باندی تھی میں نے اس کو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ پر آٹھ سو درہم کے بدلے ادھار بیچا، پھر میں نے اس باندی کو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے چھ سو درہم کے بدلے خرید لیا اور چھ سو درہم میں نے ان کو نقد دے دیئے اور میں نے ان کے ذمے آٹھ سو درہم ادھار لکھ لئے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: برا ہے جو تو نے خریدا اور برا ہے جو تو نے بیچا، زید بن ارقم کو یہ بات پہنچا دے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جہاد کو جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا، باطل کر دیا مگر یہ کہ وہ توبہ کرلیں پس اس عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا: آپ کیا سمجھتی ہیں کہ اگر میں اپنے رأس المال کو لے لوں اور زیادتی ان کو لوٹا دوں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”پھر جس شخص کو پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آ گیا تو اس کے واسطے ہے جو پہلے ہو چکا۔“

سود پر قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں شدید وعیدیں آئی ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) سودخوروں کے لئے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے:

قـال الـلّٰـه عـزّ وجل: يٰا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِن كُنتُم مُّؤمِنِين. فَاِن لَّم تَفعَلُوا فَأذَنُوا بِحَربٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِه. (البقرة ۲۷۸، ۲۷۹)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو، اگر ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم نہ کرو گے تو اعلان سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے۔“

(۲) سود کھانا کبیرہ اور تباہ کن گناہ ہے:

عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: اجتنبوا السبع المُوبقات قالوا: یا رسول اللّٰه! و ما هن؟ قال: الشركُ باللّٰه، و السّحرُ، و قتلُ النفس التی حرم اللّٰه الا بالحق، و اكل الربوا، و اكل مال الیتیم، و التولی یوم الزحف، و قذف المؤمنات الغافلات، متفق علیه (مشکوۃ ص ۱۷)

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات مہلک گناہوں سے بچو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اس جان کو ناحق قتل کرنا جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مگر جائز طور پر (بحکم شریعت)، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے گھمسان کی جنگ میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاک دامن بے خبر مؤمنہ بیبیوں پر تہمت لگانا۔

(۳) سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والے سب ملعون ہیں:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: لعن رسول اللّٰه ﷺ اٰكل الربا، و موكله، و كاتبه، و شاهدیه و قال: هم سواء (مسلم ص ۲/۲۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سود پر گواہ بننے والوں پر لعنت بھیجی، اور فرمایا یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ سود خوروں کو جنت میں داخل نہ کرے۔

عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: أربعة حق علی اللّٰہ أن لا یدخلهم الجنة، و لا یذیقهم نعیمها، مدمن الخمر، و آکل الربا، و آکل مال الیتیم بغیر حق، و العاق لوالدیه (المستدرک للحاکم، صـ۲/۳۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار شخصوں سے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنا ذمہ لیا ہے کہ انھیں جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ اس کی نعمتیں چکھائیں گے۔

(الف) شراب کا عادی (ب) سودخور

(ج) ناحق یتیم کا مال اڑانے والا (د) والدین کا نافرمان

(۵) سود میں ادنیٰ ترین گناہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی سگی ماں سے بدکاری کرے۔

عن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: الربا ثلاثة و سبعون بابا، أیسرها مثل أن ینکح الرجل أمه، و ان أربی الربا عرض الرجل المسلم (المستدرک للحاکم صـ۲/۳۳۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود میں تہتر گناہ ہیں جن میں ادنیٰ ترین گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے، اور بدترین سود کسی مسلمان کی آبروریزی ہے۔

(٦) ایک درہم سود کا چھتیس زنا سے بدتر ہے۔

عن عبداللّٰہ بن حنظلة غسیل الملائکة قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: درهم الربا یأکله الرجل و هو یعلم، أشد من ستة و ثلاثین زنیة (مسند الامام أحمد، صـ٦/٢٩٦)

ابن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود کا ایک درہم جسے کوئی جانتے ہوئے استعمال کرے چھتیس زنا سے بدتر ہے۔

(۷) سود کی ترویج اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ، فذکر حدیثا و قال فیه: ما ظهر فی قوم الزنا و الربا الا أحلوا بأنفسهم عقاب اللّٰہ (مجمع الزوائد صـ ۴/۲۱۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس قوم میں زنا اور سود کا ظہور ہوا اس قوم نے یقیناً اللہ تعالی کا عذاب اپنی جانوں پر اتار لیا۔

اگر کسی جہالت یا غفلت سے سود لیا، بعد میں متنبہ ہو کر نادم ہوا تو اس پر یہ تین امور واجب ہیں

(الف) توبہ واستغفار کرے۔

(ب) اپنی پوری رقم مع سود بینک سے نکال لے۔

(ج) بلانیتِ ثواب سود کی رقم مساکین پر صدقہ کر دے۔

سود اور ہر قسم کا حرام مال بحکمِ لقطہ ہے، اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ اگر ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو اٹھا لینا واجب ہے۔ پھر اگر مالک معلوم ہے اور اس تک پہنچانا ممکن ہے تو اس کو واپس کرنا ورنہ اس کی طرف سے بلانیت ثواب مساکین پر تصدق واجب ہے۔

قال فی الهندية: و السبيل فی المعاصی ردها و ذلک ههنا برد المأخوذ ان تمكن من رده بأن عرف صاحبه و بالتصدق به ان لم يعرفه ليصل اليه نفع ماله ان كان لا يصل اليه عين ماله (الهندية ۵/ ۳۴۰)

و فيها أيضا: و انما طاب للمساكين على قياس اللقطة (الهندية ۳/ ۲۱۲)

و قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالی: و مظالم جهل أربابها و أيس من عليه ذلک من معرفتهم فعليه التصدق بقدرها من ماله و ان استغرقت جميع ماله

(الشامية ۶/ ۴۳۴ ط: رشيديه)

و قال رحمه الله تعالى أيضاً: (و وجب) أی فرض فتح وغيره (عند خوف ضياعها) كما مر لأن لمال المسلم حرمة كما لنفسه فلو تركها حتى ضاعت أثم

(رد المحتار ۴/ ۲۷۶)

بیع فاسد کا کیا حکم ہے؟

(۱) بیع فاسد میں مبیع سے ربح اور نفع حاصل کرنا، حرام اور حاصل شدہ نفع واجب التصدق ہے۔

قال الامام المرغینانی رحمه الله تعالى: قال: ((و من اشترى جارية بيعا فاسدا و تقابضها، فباعها و ربح فيها تصدق بالربح، و يطيب للبائع ماربح في الثمن)) و الفرق أن الجارية مما يتعين فيتعلق العقدبها، فيتمكن الخبث في الربح، و الدراهم و الدنانير لا تتعينان في العقود، فلم يتعلق العقد الثاني بعينها، فلم يتمكن الخبث فلا يجب التصدق، و هذا في الخبث الذي سببه فساد الملك الخ (الهداية ۳ / ۶۷ ، ۶۸)

(۲) بیع فاسد ناجائز اور بحکم سود ہے، سود پر بے شمار وعیدیں ہیں، جو سوال نمبر۲ کے جواب کے ذیل میں گزر چکی ہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: (فصل) و لو حكما فدخل ربا النسيئة و البيوع الفاسدة فكلها من الربا(رد المحتار ۷ / ۴۱۷، ط: رشيدية)

﴿سوال نمبر۳﴾ سوال نمبر۱ میں ضرورت مند کبھی ٹائر کو حقیقتاً اسی دکاندار کے بجائے کسی اور کے ہاتھ بیچ دیتا ہے جس کا اس دکاندار کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

جواب: یہ صورت جائز ہے۔

﴿سوال نمبر۴﴾ ضرورت مند دکاندار کے پاس گیا کہ مجھے ٹائر ادھار پر دے دو اس وقت چونکہ ان کے پاس اس مالیت کے وہ ٹائر موجود نہیں ہوتے تو وہ فون پر دوسرے دکاندار سے اتنی مالیت کے ٹائر خرید لیتا ہے، اور قبضہ کرنے سے پہلے ضرورت مند کے ہاتھ ادھار بیچ دیتا ہے، اور ایک پرچی بنا کر اس کو پکڑا دیتا ہے کہ فلاں دکاندار کے پاس ٹائر پڑے ہوئے ہیں

ضرورت مندوہاں جا کراسی دکاندار پر نقد میں فروخت کر دیتا ہے۔

جواب: قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے دکاندار کا ضرورت مند پر بیچنا پھر ضرورت مند کا پرچی لے کراس دوسرے دکاندار پر بیچنا دونوں ناجائز ہیں۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ: لا يحل سلف و بيع و لا شرطان فى بيع و لا ربح ما لم يضمن و لا بيع ما ليس عندك، رواه الترمذى و أبو داود و النسائى (مشكوة صـ ۲۴۸)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا حضرت **عبداللہ بن عمر** رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا قرض اور بیع (ایک دوسرے سے متعلق کر کے) حلال نہیں ہے، بیع میں دو شرطیں کرنی درست نہیں، اس چیز سے نفع اٹھانا درست نہیں جو ابھی ضمان (قبضہ) میں نہیں آئی اور اس چیز کو بیچنا جائز نہیں جو تمہارے پاس (یعنی تمہاری ملکیت) نہیں۔

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى: و لا ربح ما لم يضمن يريد به الربح الحاصل من بيع ما اشتراه قبل أن يقبضه و ينتقل من ضمان البائع إلى ضمانه فإن بيعه فاسد. فى شرح السنة: قيل: معناه إن الربح فى كل شىء إنما يحل إن لو كان الخسران عليه فإن لم يكن الخسران عليه كالبيع قبل القبض إذا تلف فإن ضمانه على البائع و لا يحل للمشترى أن يسترد منافعه التى انتفع بها البائع قبل القبض لأن المبيع لم يدخل بالقبض فى ضمان المشترى فلا يحل له ربح المبيع قبل القبض، و قال ابن حجر رحمه الله: يجوز أن يراد بيعه و عبر عنه بالربح لأنه سببه و أن يراد به حقيقة الربح الشامل للزوائد الحاصلة من المبيع كاللبن و المبيض (مرقاة المفاتيح ۶/ ۹۰،۸۹ رشيديه قديم)

﴿سوال نمبر۵﴾ سوال نمبر۴ میں دکاندار دوسرے دکاندار سے ضرورت مند کے مطلوبہ مالیت کے مطابق ٹائر خریدنے کے بعد اپنے قبضے میں لے کر ضرورت مند کو ادھار بیچ دیتے ہیں اور ضرورت مند کو قبضہ بھی دے دیتے ہیں پھر وہ ضرورت مندان ٹائروں کو اسی دکان میں

واپس نقد پر بیچ دیتے ہیں۔

جواب: جس قیمت پر خریدا ہے اس قیمت پر یا اس سے زیادہ پر بیچ سکتا ہے اس سے کم پر بیچنا جائز نہیں۔

﴿سوال نمبر۶﴾ ضرورت مند کسی ایسے مالدار کے پاس گیا جو ٹائروں کا دکاندار نہیں اور اس سے قرض مانگا اس نے کہا کہ آپ کے لئے ٹائر خریدتا ہوں پھر ٹائر خریدے اور قبضہ میں لانے سے پہلے ضرورت مند کے ہاتھوں قسطوں پر بیچ دیئے، پھر ضرورت مند نے اسی دکاندار پر قبضہ کیے بغیر بیچ دیئے۔

جواب: یہ صورت بھی، نمبر۴ کی طرح ناجائز ہے۔

﴿سوال نمبر۷﴾ سوال نمبر۶ میں قبضہ کے بعد ضرورت مند کو قسطوں پر بیچا اور ضرورت مند نے بھی قبضہ میں لاکر اسی دکاندار کو نقد پر بیچا۔

جواب: اسی کو بیچے یا دوسرے کو بیچے، ہر دو صورتیں جائز ہیں۔

﴿سوال نمبر۸﴾ ایک آدمی کو ٹائرز کی ضرورت ہے لیکن رقم پوری نہیں، ایک اور آدمی اس کے ساتھ شریک بن جاتا ہے، حقیقت میں وہ شریک اس کو قرض دے رہا ہے لیکن سود سے بچنے کے لئے رقم ملا کر نقد میں ٹائرز کا حصہ خرید لیتا ہے اور خریدنے سے قبل بطورِ وعدہ بیع اور منافع طے ہو جاتے ہیں، خریداری کے بعد پھر وہ اپنا حصہ قسطوں میں بیچ کر اس معاملہ سے الگ ہو جاتا ہے، کیا یہ حیلہ جائز ہے؟

﴿سوال نمبر۹﴾ اکثر دکاندار کو معلوم ہوتا ہے کہ خریدار حیلہ گر ہے ایسی صورت میں کیا دکاندار کے لئے اس حیلہ باز آدمی کے ہاتھ ٹائرز بیچ کر اس حیلہ میں معاونت جائز ہے؟

جواب ۸، ۹: جی ہاں! دونوں صورتیں جائز ہیں، کیونکہ یہ سود اور حرام سے بچنے کے حیلے

ہیں، البتہ وعدہ کو لازم سمجھ کر اس کی بنیاد پر دوسرے کو خریدنے پر مجبور کرنا، ناجائز اور مفسدِ عقد ہے۔

﴿سوال نمبر۱۰﴾ ضرورت مند آدمی نے دکاندار سے فون پر ٹائرز لے کر اسی دکاندار سے کہا کہ آپ میرے لئے بیچ دو، دکاندار نے آگے بیچ دیئے حالانکہ خریدار یعنی ضرورت مند نے نہ ٹائرز دیکھے ہیں نہ قبضہ کیا ہے۔

جواب: قبضہ کئے بغیر نہ تو ضرورت مند خود بیچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا اس کی طرف سے بیچ سکتا ہے۔

قال الامام المرغینانی رحمه الله تعالیٰ: و من اشتری شیئاً مما ینقل و یحول لم یجز له بیعه حتی یقبضه لأنه علیه السلام نهی عن بیع ما لم یقبض و لأن فیه غرر انفساخ العقد علی اعتبار الهلاک (الهدایة ۱۱۸/۳)

﴿سوال نمبر۱۱﴾ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ٹائرز کی تصویر دکھا کر ٹائرز بیچ دیئے جاتے ہیں حالانکہ یہ معلوم نہیں کہ یہ ٹائرز اس بیچنے والے کے پاس ہیں یا نہیں؟ اور اس کا قبضہ ہے یا نہیں؟

جواب: بیع کرتے وقت ٹائرز بیچنے والے کی ملکیت اور قبضہ میں اگر ہیں تو یہ بیع جائز ہے اور ٹائرز دیکھنے کے بعد خریدنے والے کے لئے لینے اور نہ لینے کا اختیار رہوگا۔ اگر بیع کرتے وقت ٹائرز بیچنے والے کی ملکیت یا قبضہ میں نہیں ہیں تو پھر یہ بیع جائز نہیں ہے۔

عن حکیم بن حزام قال: نهانی رسول الله ﷺ أن أبیع ما لیس عندی، رواه الترمذی و أبو داود و النسائی (مشکوۃ صـ ۲۴۸)

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے مجھے اس چیز کے بیچنے سے منع فرمایا جو میرے پاس نہیں۔

﴿سوال نمبر۱۲﴾ مقروض آدمی نے دکاندار کو قرض ادا کرنے کا وقت پورا ہونے پر فون کیا

کہ مجھ پر مزید ٹائر بیچ دو اور پھر میری طرف سے کسی اور پر فروخت کر دو اور اپنا قرضہ وصول کر لو اس طریقے پر مقروض پر مزید قرضہ چڑھتا جاتا ہے، اور دکاندار کا نفع/سود بڑھ جاتا ہے۔

جواب: یہ معاملہ بھی بیع قبل القبض ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔

﴿سوال نمبر۱۳﴾ دکاندار کا ضرورت مند پر جو قرضہ ہے اس کی مدت پوری ہو چکی ہے جبکہ ضرورت مند کے پاس انتظام نہیں، دکاندار اپنے قرضے کی وصولی کے لئے مزید ٹائرز ادھار پر دیتا ہے، ضرورت منداس کو کسی اور پر نقد پر بیچ کر سابقہ قرضہ ادا کر دیتا ہے اور اس سے زیادہ قرضے میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دکاندار کو مزید نفع/سود مل جاتا ہے۔

جواب: جائز ہے، کیونکہ یہ سود سے بچنے کا حیلہ ہے۔ اسی قسم کے ایک حیلے کے جواز کی حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے درج ذیل عبارت میں تصریح فرمائی ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: رَجُلٌ لَهُ عَلَى رَجُلٍ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ فَأَرَادَ أَن يَجعَلَهَا ثَلَاثَةَ عَشَرَ إِلَى أَجَلٍ قَالُوا يَشتَرِي مِنَ المَديُونِ شيئاً بِتِلكَ العَشَرَةِ، وَ يَقبِضُ المَبِيعَ، ثُمَّ يَبِيعُهُ مِنَ المَديُونِ بِثَلَاثَةَ عَشَرَ إِلَى سَنَةٍ فَيَقَعُ التَّحَرُّزُ عَنِ الحَرَامِ، قَاضِي خَان مِن فَصلٍ فِيمَا يَكُونُ فِرَارًا عَنِ الرِّبَا مِن كِتَابِ البُيُوعِ وَ فِيهِ حِيَلٌ أُخرَى فَرَاجِعهَا. أَقُولُ: مُقتَضَاهُ أَنَّهُ يَصِحُّ أَن يَحتَالَ لِجَعلِ العَشَرَةِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ، وَ فِي الدُّرِّ المُختَارِ فِي آخِرِ بَابِ القَرضِ مَا نَصُّهُ: قُلتُ: وَ فِي مَعرُوضَاتِ المُفتِي أَبِي السُّعُودِ وَ لَو ادَانَ زَيدٌ العَشَرَةَ بِاثنَي عَشَرَ أَو بِثَلَاثَةَ عَشَرَ بِطَرِيقِ المُعَامَلَةِ فِي زَمَانِنَا بَعدَ أَن وَرَدَ الأَمرُ السُّلطَانِيُّ، وَ فَتوَى شَيخِ الإِسلَامِ بِأَن لَا تُعطَى العَشَرَةُ بِأَزيَدَ مِن عَشَرَةٍ وَ نِصفٍ وَ نَبَّهَ عَلَى ذَلِكَ فَلَم يَمتَثِل مَاذَا يَلزَمُهُ فَأَجَابَ يُعَزَّرُ وَ يُحبَسُ إِلَى أَن تَظهَرَ تَوبَتُهُ وَ صَلَاحُهُ فَيُترَكُ (الى قوله) فَإِنَّمَا يُحبَسُ المُخَالِفُ وَ يُعَزَّرُ لِمُخَالَفَتِهِ الأَمرَ السُّلطَانِيَّ لَا لِفَسَادِ المُبَايَعَةِ فَإِنَّهُ لَو أَقرَضَ مِائَةَ دِرهَمٍ مَثَلًا وَ بَاعَ مِنَ المُستَقرِضِ سِلعَةً بِعِشرِينَ دِرهَمًا بِعَقدٍ شَرعِيٍّ

صَحَّ البَيعُ وَ إِن كَانَت تِلكَ السِّلعَةُ تُسَاوِی دِرهَمًا وَاحِدًا؛ لِأَنَّ النَّهیَ السُّلطَانِیَّ لَا یَقتَضِی فَسَادَ العَقدِ المَذكُورِ ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ یَصِحُّ عَقدُ البَیعِ بَعدَ النِّدَاءِ فِی یَومِ الجُمُعَةِ مَعَ وُرُودِ النَّهیِ الإِلَهِیِّ وَ إِن أَثِمَ ، وَ مَا ذَاکَ إِلَّا لِأَنَّ النَّهیَ لَا یَقتَضِی الفَسَادَ کَالصلاة فی الأرضِ المَغصُوبَة تَصِحُّ مَعَ الإِثمِ کَمَا تَقَرَّرَ فِی کُتُبِ الأُصُولِ (تنقيح الحامديه ۲/ ۲۴۵)

﴿سوال نمبر۱۴﴾ ٹائرز کی ایجنسی لینا کہ وہ ٹائر اس ایجنسی کے سوا کسی اور کے پاس نہیں ملے گا اور اس طریقے سے یہ ایجنسی والا مقابل نہ ہونے کی وجہ سے مارکیٹ میں اپنی من مانی کرتا ہے اور جو چاہے ریٹ مقرر کرتا ہے۔

جواب: جائز ہے، بشرطیکہ اس کا ریٹ غبنِ فاحش تک نہ پہنچے، ورنہ مسئلہ نمبر ۲۴ کے احکام جاری ہونگے۔

﴿سوال نمبر۱۵﴾ مشتری نے ٹائرز کا کنٹینر خریدا اور بغیر دیکھے اور قبضہ کئے دوسرے علاقے میں کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا۔

جواب: یہ بیع فاسد اور بحکم سود ہے۔ فریقین پر واجب ہے کہ اس بیع کو ختم کر کے نئے سرے سے قبضہ کے بعد بیع کریں۔

﴿سوال نمبر۱۶﴾ دکاندار جھوٹ بول کر نقد قیمت زیادہ بتا دیتا ہے جس کی وجہ سے قسطوں میں بھی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے۔

جواب: اگر خریدار نے مارکیٹ ریٹ پوچھا ہے۔ اور دکان دار نے عمداً غلط اور زیادہ بتایا تو یہ جھوٹ ہے۔ البتہ منافع حلال ہے دکاندار پر اس جھوٹ جیسے گناہِ کبیرہ سے توبہ استغفار کرنا واجب ہے، جھوٹ بولنے والے تاجر پر احادیثِ مبارکہ میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔

عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُولُ: الحلف مُنَفِّقَةٌ

لِلسِّلعَةِ مُمحِقَةٌ لِلبَرَكَة.(البخاری ۱/۲۸۰، باب یمحق الله الربا و یربی الصدقات)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قسم (شروع) میں تو مال و اسباب میں (منفعت) رواج (اور بیچنے) کا سبب بنتی ہے، لیکن (انجامِ کار) برکت کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہے۔

عن أبی ذر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: ”ثلاثة لا یکلمهم الله یوم القیامة و لا ینظر الیهم و لا یزکیهم، و لهم عذاب الیم“ قال أبو ذر: خابوا و خسروا من هم؟ یارسول الله! قال: المسبل، و المنان و المنفق سلعته بالحلف الکاذب“ رواه مسلم (مشکوة المصابیح، باب المساهلة فی المعاملة ۱/۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے (مہربانی وعنایت کا) کلام کرے گا نہ (بنظرِ رحمت وعنایت) ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان تینوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ لوگ تو خیرو بھلائی سے محروم ہیں یہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک تو پائنچے (ٹخنے سے نیچے) لٹکانے والا، دوسرا کسی کو کوئی چیز دے کر احسان جتلانے والا، اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر اپنی تجارت بڑھانے والا۔

عن عبد الرحمن بن أبی أوفی رضی اللہ عنہ: أن رجلا أقام سلعة و هو فی السوق فحلف بالله لقد أعطی بها ما لم یعط لیوقع فیها رجلا من المسلمین فنزلت (إن الذین یشترون بعهد الله و أیمانهم ثمنا قلیل) (آل عمران: ۷۷)

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بازار کے اندر اپنے سودے کو رواج دیا اور اس نے قسم کھائی اللہ تعالیٰ کی کہ مجھے پیش کش کی گئی ہے اس سودے کی اتنی قیمت پر تا کہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو اس میں واقع کر دے (یعنی غلط تأثر دے کر

پیسہ وصول کرلے) پس یہ آیت نازل ہوئی ’’بے شک وہ لوگ جو خریدتے ہیں اللہ کے عہد اور اپنے قسموں کے عوض قیمت تھوڑی سی یہ (وہ) لوگ ہیں (کہ نہیں ہے) ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ اور نہ کلام کرے گا ان سے اللہ تعالیٰ نہ دیکھے گا ان کی طرف (نظرِ رحمت سے) قیامت کے دن اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔‘‘

﴿سوال نمبر۱۷﴾ ایک دکاندار کے پاس مال نہیں، کوئی اس سے مارکیٹ ریٹ معلوم کر کے اس کا منافع معلوم کرنا چاہتا ہے۔ مارکیٹ میں اس کے مختلف ریٹس ہیں تو دیانت کا تقاضا کیا ہے کہ دکاندار کونسا ریٹ بتائے؟

جواب: جس ریٹ پر آپ خود نقد پر دوسروں کو دیتے ہیں وہ بتایا جائے۔ اگر مارکیٹ میں آپ کے ریٹ سے کم یا زیادہ ریٹس ہیں تو یہ بھی بتایا جائے کہ مارکیٹ میں اس کے کم اور زیادہ کے بھی ریٹس ہیں۔

﴿سوال نمبر۱۸﴾ قبضہ کی تعریف کیا ہے اور کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: مبیع جب بائع کے پاس ہو تو قبضے کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) قبضہ حقیقی (۲) قبضہ حکمی

(۱) قبضہ حقیقی: قبضہ حقیقی یہ ہے کہ مشتری مبیع کو بائع سے ہاتھ در ہاتھ وصول کرے۔

(۲) قبضہ حکمی: قبضہ حکمی یہ ہے کہ بائع مبیع کو دوسرے اموال سے الگ کر کے مشتری اور مبیع کے درمیان قبضہ کے ہر مانع اور رکاوٹ کو ہٹا دے، تا کہ مشتری مبیع میں ہر قسم کے تصرف پر قادر ہو جائے، اس کو اصطلاح میں ’’تخلیہ‘‘ بھی کہتے ہیں۔

پھر غیر مثلی چیزوں میں (یعنی ایک جنس کی وہ چیزیں جو ایک جیسی شمار نہیں ہوتیں جیسے چوپائے مویشی) اور معدوداتِ متفاوتہ (یعنی وہ اشیاء جو گن کر بیچی جاتی ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں مثلاً کیلے، مالٹے وغیرہ) میں تخلیہ

اتفاقاً قبضِ تام (مکمل قبضہ) ہے۔

مثلی چیزوں (یعنی وہ چیزیں جو ایک دوسرے کی مثل شمار ہوتی ہیں مثلاً گندم، جوار، باجرہ، سونا، چاندی، ایک برانڈ کے ٹائر، ایک نام کی کتابیں، ایک نام کے برتن وغیرہ) اور معدوداتِ متقاربہ (یعنی وہ اشیاء جو گن کر فروخت کی جاتی ہیں اور آپس میں ایک جیسی شمار کی جاتی ہیں جیسے انڈے وغیرہ) کا حکم یہ ہے کہ اگر تخمیناً اور اندازے سے بیچے گئے ہوں تو ''تخلیہ'' سے اتفاقاً قبضہ تام ہو جائے گا۔

اگر کیل یا وزن یا گن کر بیچے گئے ہوں تو جب کیل یا وزن یا گنتی کر لی جائے اتفاقاً قبضہ تام ہو جائے گا۔

قبضہ کی ان صورتوں کے بغیر مشتری کے لئے آگے بیچنا جائز نہ ہوگا۔

ٹائرز چونکہ مثلیات یا معدوداتِ متقاربہ میں سے ہیں لہٰذا جب عدداً گن کر بیچے جائیں تو ان کا حکم مکیلات اور موزونات کی طرح ہے یعنی صرف مشتری یا اس کے وکیل کے سامنے علیحدہ کر کے گننے سے ہی قبضہ تام ہو جائے گا۔

﴿سوال نمبر ۱۹﴾ وعدۂ بیع کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کا پورا کرنا واجب ہے، نیز اس وعدۂ بیع کی وجہ سے بعد میں بیع پر مجبور کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: وعدۂ بیع کے مسائل درج ذیل ہیں۔

﴿وعدہ کے مسائل﴾

مسئلہ نمبر ۱: گاہک نے دکاندار سے کہا کہ اگر فلاں قسم کا مال (ٹائرز وغیرہ) آپ منگوا دیں تو میں اتنی قیمت پر خریدنے کا وعدہ کرتا ہوں یا خریدوں گا اور اسکے دل میں وعدہ کرتے وقت یہ بدنیتی تھی کہ اس وعدہ کو پورا نہ کروں گا، اور اس سے یہ مال نہیں خریدوں گا۔

ایسی وعدہ خلافی کو احادیث مبارکہ میں نفاق، یا نفاق کی علامت کہا گیا ہے، اور یہ وعدہ خلافی جھوٹ، دھوکہ اور حرام ہے۔

مسئلہ نمبر ۲: بوقتِ وعدہ پورا کرنے کا دل میں ارادہ تھا لیکن بعد میں اتفاقاً کسی وجہ سے پورا نہ کر سکا اور وعدہ خلافی ہوگئی۔

ایسے وعدہ کا حکم یہ ہے کہ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس وعدہ کا پورا کرنا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے اور مکارم اخلاق میں سے ہے۔

(عمدۃ القاری ۱۲/ ۱۲۱، مرقاۃ ۴/ ۶۵۳، الاذکار للنووی صفحہ ۲۸۲، بحوالہ غیر سودی بینکاری صفحہ ۱۳۸)

الحاصل: اس صورت میں وعدہ خلافی کی وجہ سے اس کو منافق کہنا، زبان کا کچا کہنا اور مختلف طعنوں سے اس کو ذلیل کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳: پورا کرنے کی نیت سے وعدہ کرنے کے بعد کسی وجہ سے اب مال کی خریداری کو نقصان سمجھتا ہے، کیا دکاندار وعدے کی بنیاد پر گاہک کو خریداری پر مجبور کرنے یا اس سے کسی قسم کا تاوان لینے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں دکاندار کے لئے جائز نہیں کہ وہ گاہک کو خریداری پر مجبور کرے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اس قسم کے وعدے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ”اگر زید عمرو کو اور عمرو زید کو بیع وشراء پر بنابر وعدہ سابقہ مجبور نہ کرے تو جائز ہے اور اگر مجبور کرے، ناجائز ہے (امداد الفتاویٰ ۳/ ۴۰)

مسئلہ نمبر ٤: گاہک ایک مالدار یا دکاندار کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے فلاں قسم کے ٹائرز یا فریج وغیرہ خرید کر بیچ دو، اس مالدار/ دکاندار نے گاہک کو رقم دے کر خریداری کا وکیل بنا دیا کہ تم خود پہلے میرے لئے خرید و تاکہ بعد میں تم اس مال میں کوئی نقص

یا عیب نہ بتاؤ۔ پھر دوبارہ مجھ سے اپنے لئے خرید لو، گاہک نے خوشی سے یہ شرط قبول کر لی اور وعدۂ بیع کر لیا۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ عیب نہ بتلانے کی شرط سے اس کا حق ساقط نہ ہوگا اگر گاہک کو اپنے لئے خریدتے وقت عیب اور نقص کا پتہ چل گیا تو گاہک کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ اس عیب اور نقص کی وجہ سے مال نہ خریدے، مالدار/دکاندار کے لئے جائز نہیں کہ اس کو خریداری پر مجبور کرے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں ''اس کہنے سے عمرو کا حق مال کو ناقص بتلانے کا وقتِ مرابحہ فیما بینھما زائل نہیں ہوا عمرو کو مثل مشتری اجنبی کے تمام حقوق حاصل ہیں۔ البتہ زید کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جس وقت عمرو اجیر اور وکیل ہونے کی حیثیت سے مال لایا ہے، اگر ناقص مال لانے سے منع کر دیا تھا تو ناقص ہونے کی صورت میں عمرو سے بوجہ مخالفت کرنے کے روپیہ لے لے مگر جب مال کو قبول کر لیا تو زید کو کوئی حق نہیں رہا مگر عمرو کو یہی حق حاصل ہے (امداد الفتاویٰ ۳/۴۱)

تنبیہ: اسلام کے نام پر جو بینک وجود میں آئے ہیں ان میں مسئلہ نمبر ۳ اور مسئلہ نمبر ۴ دونوں کے خلاف معاملات ہو رہے ہیں۔ لہٰذا ان بینکوں سے احتراز لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۵: ایک شخص کو دکان کے لئے سرمائے کی ضرورت ہے، اس نے مالدار سے کہا کہ مجھے فلاں قسم کے ٹائرز کی ضرورت ہے آپ خرید کر مجھے ادھار بیچ دو، اگر میں نے وقت پر ادھار ادا نہ کیا تو دکان میں جو مال پڑا ہوا ہوگا وہ نقد کے ریٹ سے قرض کے عوض تجھے بیچ دونگا، اور پھر زیادہ قیمت پر ادھار پر تجھ سے خرید لوں گا، پھر اگر یہ ادھار وقت پر ادا نہیں ہوا تو پھر اس طریقے پر بیع وشراء کر لیں گے تاکہ آپ کو ادھار سے نفع ملتا رہے، مال دار اس پر راضی ہوا اور باہم اس طریقے کار پر وعدہ ہو گیا۔

اس طرح وعدہ کرنا اوراس کا نبھانا اور دکاندار کو وعدہ کی بنیاد پر دوبارہ خریداری پر مجبور کرنا ناجائز اور حرام ہے۔البتہ بدوں وعدہ اور جبر کے جائز ہے۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں ''اگر اس میں یہ شرط ٹھہری کہ پھر عمرو سے زید اس کو خریدے گا تو حرام ہے اور اگر یہ شرط نہ ٹھہری پھر اگر آزادی سے جدید رائے سے خریدے جائز ہے (امدادالفتاویٰ ۴۰/۳)

مسئلہ نمبر ٦: ایک شخص نے کسی ضرورت سے اپنے مکان یا دکان کے اندر پڑے ہوئے ٹائرز دوسرے کو فروخت کئے بیع کے تام ہونے کے بعد اس نے خریدار سے یہ وعدہ لیا کہ اگر فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ تک میں نے یہ رقم آپ کو واپس کردی تو یہ مکان اور ٹائرز اسی قیمت میں واپس دوگے،خریدار نے یہ وعدہ قبول کرلیا۔

اس وعدہ کو دیانۃً (**یعنی فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ**) پورا کرنا واجب ہے،قضاءً واجب نہیں (کمافی بیع الوفاء)۔

﴿**سوال نمبر۲۰**﴾ ایک دکاندار دوسرے دکاندار سے ٹائرز خریدنا چاہتا ہے لیکن وہ دکاندار اس پر اعتماد نہیں کرتا جس کی وجہ سے یہ مشتری ایک اور دکاندار کو اس پہلے دکاندار سے ٹائرز خریدنے کی بات کرتا ہے دوسرا دکاندار پہلے دکاندار سے خرید کر اس مشتری کے ہاتھ بیچ دیتا ہے۔ٹائرز اسی پہلی دکان پر پڑے رہتے ہیں۔مثلاً دس لاکھ کے ٹائرز دکاندار بارہ لاکھ کے ادھار بیچ دے۔

﴿**سوال نمبر۲۱**﴾ ایک اور صورت وہ یہ کہ ثالث آدمی دکاندار سے نقد پر ٹائرز خرید کر ضرورت مند کے ہاتھ قسطوں میں بیچدے اور پھر ضرورت مند یہ ٹائرز کسی بھی دکاندار کو فروخت کردے؟

جواب ۲۰،۲۱: خریدنے کے بعد جب تک ان پر قبضہ نہ کرے آگے دوسرے کو بیچنا

جائز نہیں۔

﴿سوال نمبر۲۲﴾ کسی کے پاس رقم ہے لیکن وہ دکاندار کو مضاربت پر دینے کے بجائے ٹائرز خرید کر دکاندار کے ہاتھ قسطوں پر بیچ دیتا ہے، اور پھر دکاندار قسطوں میں اس کی رقم ادا کرتا رہتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

﴿سوال نمبر۲۳﴾ انتہائی مجبوری مثلاً بیماری وغیرہ کی صورت میں اگر کوئی رقم دینے کے لئے تیار نہ ہو تو کیا اس صورت میں اس طرح کا حیلہ کر کے یہ رقم حاصل کرنا جائز ہے؟

جواب۲۲،۲۳: دونوں صورتیں جائز ہیں بشرطیکہ قبضہ کے بعد بیچیں۔

﴿سوال نمبر۲۴﴾ مارکیٹ میں تین چار دکانداروں کے پاس ایک ہی قسم کے ٹائرز ہیں جب گاہک ایک دکاندار کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کو =/37300 ریٹ بتاتا ہے دوسرا دکاندار اس کو =/37200 بتاتا ہے تیسرا اس کو =/37100 بتاتا ہے اس طریقے سے گاہک کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ اب اگر یہ تین چار دکاندار آپس میں ایک دام پر مل کر اتفاق کرلیں کہ =/37300 سے کم نہیں بیچنا۔ تو آیا اس طریقے سے دکانداروں کا آپس میں اتفاق کرنے میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

یہ بات ملحوظ رہے کہ اس سے گاہک کا نقصان ہوتا ہے اور دکاندار کا فائدہ جبکہ پہلی صورت میں گاہک کو فائدہ اور دکاندار کے نفع میں کمی آتی ہے۔

جواب: ثمن بائع کا حق ہے اس وجہ سے اس کے تعین کا اختیار بھی بائع ہی کو دیا گیا ہے لہٰذا دکانداروں کا باہمی رضامندی سے ایک ہی ریٹ پر متفق ہونے میں کوئی شرعی قباحت نہیں، البتہ اگر انہوں نے اتنا زیادہ ریٹ مقرر کیا جو غبنِ فاحش کہلاتا ہے تو حاکمِ وقت اہلِ رائے حضرات سے مشورہ کر کے کم ریٹ مقرر کر سکتا ہے۔

﴿سوال نمبر۲۵﴾ اکثر تاجر تجارت میں جھوٹ، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، اپنی چیز

کی بے جا تعریف اور جو چیز اپنے پاس نہیں ہے اس کی مذمت اور قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا وغیرہ باتوں میں مبتلا رہتے ہیں، ان پر بھی کچھ روشنی ڈالئے کہ مسلمان تاجر کے لئے اور اپنی مزدوری کو حلال کرنے کے لئے ان باتوں سے کس قدر پرہیز کی ضرورت ہے؟

جواب: تجارت کے اصول میں سے یہ ہے کہ وہ شریعت کے موافق ہو، اس طرح تجارت کرنے اور شریعت کے موافق اوصاف کے حامل تاجروں کی فضیلت احادیثِ نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں آئی ہے جس کا کچھ ذکر رسالہ ہٰذا کے مقدمہ میں مسلمان تاجر کے اوصاف کے عنوان سے گزر چکا ہے۔

تجارت میں جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا، اپنی چیز کی بے جا تعریف کر کے لوگوں کو دھوکا دینا بدترین گناہ ہیں۔ حدیث شریف میں ان کو منافقت کی نشانیاں قرار دے کر ان بری خصلتوں کے اختیار کرنے والوں کو منافقین کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”و عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أربع من كن فيه كان منافقا خالصا و من كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها إذا اؤتمن خان و إذا حدث كذب و إذا عاهد غدر و إذا خاصم فجر.

(البخاری و مسلم، مشکوۃ ص۱۷)

ترجمہ: جس شخص میں چار باتیں ہونگی وہ پورا منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک بات بھی پائی جائے گی (تو سمجھ لو) اس میں نفاق کی ایک خصلت پیدا ہوگئی تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے (اور وہ چار باتیں یہ ہیں) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے، تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب قول واقرار کرے تو اس کے خلاف کرے، جب جھگڑے تو گالیاں بکے۔

اسی طرح قرض کی ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود قرض ادا نہ کرنا اور اس میں ٹال مٹول سے کام لینے کو حدیث شریف میں ظلم کہا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"**مطل الغنی ظلم**" (البخاری و مسلم، مشکوۃ صـ ۲۵۱)

ترجمہ: صاحبِ استطاعت کا (ادائیگی قرض میں) تاخیر کرنا ظلم ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص کوئی چیز خریدے اور اس کی قیمت ادا کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود قیمت ادا نہ کرے یا کسی کا قرض دار ہو اور ادائیگی قرض پر قادر ہونے کے باوجود (قرض ادا کرنے میں) تاخیر کرے تو یہ ظلم ہے، بلکہ بعض علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ یہ فسق ہے اور اس کی وجہ سے ایسے شخص کی گواہی رد ہوتی ہے (مظاہرِ حق جدید ۳/۱۲۶)

﴿سوال نمبر ۲۶﴾ ایک آدمی کو ٹائرز خریدنے کے لئے رقم کی ضرورت ہے، رقم والا بجائے رقم دینے کے اسے ٹائرز کی دکان پر لے جا کر نقد پر ٹائر خریدتا ہے اور ضرورت مند کو قسطوں پر بیچ دیتا ہے، ٹائرز اسی دکان پر پڑے رہتے ہیں، کیا صرف دیکھنے سے قبضہ تام سمجھ کر آگے بیچ سکتا ہے؟

جواب: اگر دوسرے ٹائروں سے الگ کر کے دیکھا دیا اور اٹھا کر لے جانے اور ہر قسم کا تصرف دے دیا تو قبضہ تام ہو گیا، اور اب آگے بیچ بھی سکتا ہے۔

﴿سوال نمبر ۲۷﴾ ایک خریدار نے دوسرے ملک یا علاقہ میں کنٹینرز خریدا اور بائع سے خاص رقم پر اپنی جگہ تک پہنچانے کی بات کی اس درمیان بارڈر سخت ہو گیا اور بائع نے زیادہ رقم کا مطالبہ کیا اور اس کی وجہ سے بائع اور مشتری کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔

﴿سوال نمبر ۲۸﴾ کنٹینرز خریدا اور بائع کے علاوہ ایک اور شخص نے ایک خاص رقم پر مشتری تک پہنچانے کی ذمہ داری لی اس درمیان بارڈر سخت ہو گیا اور اس شخص نے زیادہ رقم کا

مطالبہ کیا جس کی وجہ سے اس شخص اور مشتری کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔

جواب ۲۷، ۲۸: دونوں صورتوں میں فسخِ اجارہ کا حق حاصل ہے یعنی مشتری اور مالک سے کہہ دے کہ اتنی رقم پر اب ان حالات میں میرے لئے لے جانا اتنے کرائے پر بے فائدہ بلکہ نقصان دہ ہے۔ فسخِ اجارہ کے بعد اگر دوبارہ عقدِ جدید ہو جائے تو اس کے مطابق معاملہ کیا جائے۔

﴿سوال نمبر ۲۹﴾ کسی شخص نے چائنا کی کمپنی سے پچیس فیصد رقم یا بعض اوقات اس سے زیادہ یا مکمل رقم بطورِ ایڈوانس دے کر ٹائرز خریدے ابھی ٹائرز چائنا سے روانہ نہیں ہوئے کچھ دن یا بعض اوقات زیادہ دنوں بعد یہ ٹائرز کمپنی روانہ کرتی ہے، اب یہ شخص زید پر اس ٹائرز کے کنٹینرز کو فروخت کرتا ہے، زید اِن ٹائرز کے کنٹینرز کو بکر پر فروخت کر دیتا ہے، جبکہ یہ کنٹینرز ابھی تک روانہ نہیں ہوئے، یا اکثر سمندری جہاز میں ہوتے ہیں۔

بالکل اسی طرح بکر بھی بعض اوقات سمندر میں یا پورٹ پر اترنے کے بعد اور بعض اوقات راستوں میں یا گودام میں کنٹینرز کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے فروخت کر دیتا ہے۔

کمپنی سے زید تک، زید سے بکر تک اور بکر کے بعد کسی اور تک ان میں سے کسی بھی شخص تک پہنچنے سے قبل اگر ٹائرز کے کنٹینرز کا نقصان ہو گیا وہ نقصان کسی بھی صورت میں ہو، شریعت کی رو سے کس کا ہو گا؟

ان صورتوں میں بارڈر سے کراچی تک ٹائرز لانے والے لوگ صرف اپنا کرایہ لے کر ٹائرز لاتے ہیں لیکن اگر راستے میں نقصان ہو گیا تو کس کا نقصان شمار کیا جائے گا؟ جبکہ لانے والے بعض اوقات مکمل ذمہ داری بھی لیتے ہیں، اور بعض اوقات نہیں بھی لیتے، اور اگر ذمہ داری لیتے بھی ہیں تو کرایہ کی رقم سے ٹائرز کی قیمت کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔

جواب: جب تک ٹائرز پر کمپنی سے خریدنے والے کا خود یا اس کے وکیل کا قبضہ نہ ہوا ہو

اس کے لئے زید پر بیچنا اور زید کا بکر پر بیچنا سب بیوع نا جائز، بحکمِ سود اور واجب الرد ہیں۔

جب تک کمپنی نے خریدار کو یا اس کے وکیل کو قبضہ نہیں دیا، کمپنی ذمہ دار ہے اور قبضہ دینے کے بعد کمپنی کی ذمہ داری ختم ہوگئی اور اب جس کے قبضہ میں مال ہوگا خواہ وہ بائع ہو یا مشتری وہ ہی نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔

بارڈر سے اگر کوئی اپنا قبضہ کیا ہوا مال کرائے پر کسی سے کراچی بھجوا رہا ہے اور اس میں کوئی نقصان آجائے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) نقصان لانے والے کے فعل سے ہو اور اس میں اس کی طرف سے تعدی اور زیادتی بھی ہو، جیسے لانے والا ٹائروں کو جلائے یا قصداً پھاڑ دے۔

(۲) نقصان لانے والے کے فعل سے ہو مگر اس میں اس کی طرف سے تعدی اور زیادتی نہ ہو، جیسے لانے والے سے ٹائرز کسی ایسی چیز پر گر جائیں جس سے وہ پھٹ کر ختم ہو جائیں۔

ان دونوں صورتوں میں تاوان بالاتفاق کرایہ دار پر آئے گا۔

(۳) نقصان لانے والے کے فعل سے نہ ہو اور اس سے احتراز اور بچنا بھی ممکن نہ ہو، جیسے ڈاکوؤں کا مال لوٹنا یا سمندر میں مال کا غرق ہونا۔

اس صورت میں بالاتفاق لانے والے پر تاوان نہیں، بلکہ تاوان مالک کا ہوگا۔

(۴) نقصان لانے والے کے فعل سے نہ ہو لیکن اس سے احتراز ممکن ہو۔

یہ صورت مختلف فیہ ہے اور اس میں چار اقوال ہیں، ہر ایک صحیح اور مفتی بہ ہے۔

(۱) امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لانے والے پر کچھ بھی تاوان واجب نہیں سارا تاوان مالک کا ہے۔

(۲) صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک لانے والے پر تاوان واجب ہے۔

(۳) متاخرین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نصف تاوان لانے والے پر واجب ہے اور

نصف مالک پر ہے۔

(۴) بعض نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر لانے والا صالح اور نیک ہوتو اس پر تاوان نہیں اور اگر غیر صالح ہوتو اس پر تاوان لازم ہے، اگر مستور الحال ہوتو دونوں پر آدھا واجب ہے۔

چوتھی صورت اس لحاظ سے کہ اس کے ذریعے پہلے تین قولوں میں تطبیق ہو جاتی ہے، فیصلہ اور عمل کے لئے اختیار کرنا احوط ہے، لہٰذا حَکَم اور فیصل کو نمبر ۴ کی تفصیل کے مطابق ضمان اور تاوان کا فیصلہ کرنا چاہیے۔

﴿سوال نمبر ۳۰﴾ ٹائرز مارکیٹ میں ایک اور معاملہ بھی ہوتا ہے جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ آئل ٹینکرز وغیرہ مختلف قسم کی گاڑیاں ٹھیکیداروں کے توسط سے بعض کمپنیوں میں کرائے پر چلتی ہیں، ٹھیکیدار اپنا کمیشن لیتا ہے اور گاڑی والے کو ٹھیکیدار کے واسطے سے کرایہ ملتا ہے، اکثر گاڑی والوں کو وقت سے پہلے کرایہ کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ ٹھیکیدار سے ایڈوانس رقم طلب کرتے ہیں، ٹھیکیدار اس کو کہتا ہے کہ رقم تو میرے پاس نہیں البتہ ٹائرز قسطوں پر لیتے ہو تو میں پرچی بنا کر دکاندار کے نام دیتا ہوں تم وہاں سے ٹائرز لے کر نقد پر بیچ دو اور اپنا کام چلاؤ، گاڑی کا مالک اس کے لئے تیار ہوتا ہے لہٰذا وہ کرایہ کی مد میں اس سے پرچی لے لیتا ہے اور دکاندار کے پاس جا کر اسے پرچی دے دیتا ہے چونکہ وہ ٹھیکیدار دکاندار کے ہاں معروف اور بااعتماد ہوتا ہے اس لئے وہ پرچی پر لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق ادھار پر ٹائرز دے دیتا ہے، گاڑی کا مالک ٹائر وصول کر کے نقد پر بیچ دیتا ہے اور اپنا کام چلا لیتا ہے، اس تفصیل کے بعد اب درج ذیل صورتوں کا حکم معلوم کرنا ہے۔

(الف) بعض ٹھیکیداروں کی ٹائرز مارکیٹ میں اپنی دکان ہوتی ہے، ٹھیکیدار اپنی دکان کے نام پرچی بنا کر دے دیتا ہے، گاڑی کا مالک جا کر پرچی حوالے کر دیتا ہے اور بدوں قبضہ

ٹائرز اسی دکاندار کو نقد میں بیچ دیتا ہے اور رقم لے کر چلا جاتا ہے اور کبھی اس کے سوا کسی دوسرے پر فروخت کر دیتا ہے۔

(ب) اکثر ٹھیکیداروں کی اپنی دکان نہیں ہوتی وہ دوسرے دکاندار کے نام ادھار کی پرچی بنا کر دے دیتا ہے، گاڑی کا مالک پرچی لے کر دکاندار کو دے دیتا ہے پھر بدوں قبضہ اور کبھی قبضہ کر کے اس دکاندار پر نقد میں فروخت کر دیتا ہے۔

(ج) ''ب'' میں کبھی قبضہ سے قبل اور کبھی قبضہ کے بعد دوسرے سے سودا کر لیتا ہے کہ فلاں دکان میں میرے ٹائرز ہیں وہاں سے اٹھا لیجئے، وہ نقد پر خرید کر وہاں سے لے لیتا ہے۔

جواب:(۱) اگر ٹھیکیدار نے گاڑی والے کو وکیل بنایا ہے کہ میرے لئے ٹائرز خریدو اس نے خرید لئے پھر ٹھیکیدار نے کہا کہ میرے لئے آگے بیچو جتنے کے بیچ دیئے وہ آپ پر قرض ہیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اسی دکاندار پر کم قیمت پر بیچے تو جائز نہیں، البتہ اسی قیمت پر یا اس سے زائد پر یا اس دکاندار کے علاوہ کسی اور پر کسی بھی قیمت پر بیچے تو جائز ہے، بشرطیکہ کہ گاڑی والے کا اس پر قبضہ ہو چکا ہو۔

(۲) اور اگر ٹھیکیدار نے یہ کہا کہ ٹائرز میرے لئے خریدو، گاڑی والے نے خرید کر فون کیا پھر ٹھیکیدار نے گاڑی والے پر زیادہ قیمت پر بیچا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ یہ درج ذیل تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(الف) وکیل اس پر قبضہ کر لے۔

(ب) اپنا قبضہ ختم کر کے ٹھیکیدار کو قبضہ کرائے۔

(ج) ٹھیکیدار گاڑی والے پر بیچ کر قبضہ کرائے۔

ان شرائط کے بعد گاڑی والا آگے بیچے تو جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

(۳) ٹھیکیدار کی دکان اپنی ہو اور وہ گاڑی والے سے کہے کہ یہ پرچی لے کر اس دکاندار

سے ادھار پر ٹائرز خرید لو خریدنے کے بعد ٹھیکیدار نے کہا کہ اس کو اسی دکاندار پر نقد میں بیچو جو رقم آجائے وہ آپ لے لیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ چونکہ ٹھیکیدار دھوکہ دے رہا ہے لہٰذا اسی دکاندار پر کم قیمت کے ساتھ بیچنا جائز نہیں، البتہ اسی قیمت پر یا اس سے زائد پر بیچنا جائز ہے اور حقیقت میں یہ خرید و فروخت کا معاملہ نہیں بلکہ نقد قرض دینا ہے اور قرض میں کم رقم دے کر زیادہ لینا سود ہے اس لئے اس پر کم قیمت پر بیچنا ناجائز اور سود ہے اور اسی قیمت یا اس سے زیادہ پر بیچنے میں کوئی سود لازم نہیں آتا لہٰذا یہ صورت جائز ہے۔

﴿سوال نمبر۳۱﴾ ایک شخص ٹائرز کے دکاندار کے پاس گیا اور اس سے خاص کمپنی کے خاص برانڈ کے ٹائرز دس عدد خرید لئے اور ثمن ادا کیا لیکن مجلسِ بیع میں مبیع (دس ٹائرز) پر قبضہ نہیں کیا اور نہ ہی دکاندار نے الگ کر کے دکھایا کہ یہ دس ٹائرز آپ کے ہیں، البتہ خریدار نے یہ کہا کہ میرے دس ٹائرز آپ کے پاس امانت ہیں حسبِ ضرورت لیتا رہوں گا، دکاندار نے کہا ٹھیک ہے۔ چونکہ دکاندار کے پاس اس برانڈ کے سینکڑوں ٹائرز ہیں جن میں سے کچھ دکان پر ہیں، کچھ گودام میں ہیں اور کچھ کنٹینرز میں چمن بارڈر سے آرہے ہیں، اس لئے وہ دکان کے اندر موجود سارے ٹائرز دوسروں کو بیچ دیتا ہے اور جب یہ دس ٹائرز کا خریدار مانگنے کے لئے آتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ایک دو دن میں مال آجائے گا پھر آپ کو دس ٹائرز دے دیں گے، خریدار کہتا ہے کہ مجھے ابھی دے دو، میری امانت ٹائرز آپ نے کیوں فروخت کیے۔ دکاندار کہتا ہے کہ تو نے نہ تو قبضہ کیا تھا اور نہ ہی ہم نے دس ٹائرز آپ کے لئے متعین کیے تھے لہٰذا ہم کوئی بھی دس ٹائرز دے سکتے ہیں، اس طرح دونوں میں جھگڑا ہوا۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ مندرجہ بالا معاملہ میں صرف برانڈ اور کمپنی تو متعین ہے لیکن مبیع کا عین متعین نہیں، کوئی بھی دس ٹائرز ہو سکتے ہیں، کیا اس طرح بیع کرنا شرعاً درست اور جائز ہے؟

جواب: ٹائرز مثلیات میں سے ہیں اور جو چیز مثلیات اور عددی متقارب میں سے ہوتی ہیں اس کی بیع بدوں تعیینِ عین بھی جائز ہے، بشرطیکہ مفضی الی النزاع نہ ہو یعنی اس سے آپس میں جھگڑے اور اختلاف کی صورت پیدا نہ ہو، چونکہ صورتِ سوال میں سائل خود اس کا اقرار کرتا ہے کہ اس عموم سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے اس لئے یہ صورت ناجائز اور بیع فاسد ہے۔

اس کے جواز کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) بوقتِ بیع یہ تصریح کی جائے کہ اس برانڈ کے جو ٹائرز آپ کی دکان میں یا گودام میں پڑے ہوئے ہیں خاص ان میں سے خرید لئے۔

اس صورت میں بائع کے لئے دکان میں یا گودام میں پڑے ہوئے سارے ٹائرز دوسرے پر بیچنا جائز نہ ہوگا۔

(۲) بوقتِ بیع واضح طور پر اس دکاندار سے یہ کہا جائے کہ آپ کی ملکیت میں اس برانڈ کے جتنے ٹائرز ہیں خواہ وہ دکان میں ہیں یا گودام میں یا راستے میں کنٹینرز کے اندر ہیں ان میں سے دس خرید لئے۔

اس صورت میں مشتری نے اگر بروقت مبیع پر قبضہ نہ کیا اور بائع نے دوکان اور گودام کے اندر پڑا ہوا مال دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا پھر مشتری کے مطالبہ پر کہا کہ اس وقت دکان اور گودام میں مال نہیں، مال راستے میں آرہا ہے اس لئے دو دن میں پہنچ کر قبضہ دیا جائے گا تو مشتری کو ناراض ہونے اور جھگڑنے کا حق حاصل نہیں۔

(۳) سودا کرنے کے بعد دس ٹائرز پر قبضہ کرلے پھر دکاندار کو بطورِ قرض دے۔

اس صورت میں دکاندار کے لئے آگے دوسرے کو بیچنا جائز ہوگا اور بوقتِ مطالبہ اگر ممکن ہو تو اسی وقت واپس دینا ضروری ہے، نیز نقصان کی صورت میں پورا نقصان دکاندار پر آئے گا۔

(۴) سودا کرنے کے بعد دس ٹائرز پر قبضہ کرلے پھر دکاندار کے پاس امانۃً رکھوادے۔

اس صورت میں دکاندار کے لئے ان خاص دس ٹائرز کا بیچنا جائز نہ ہوگا اور نقصان کی صورت میں اگر دکاندار کی کوئی غفلت نہیں تو نقصان خریدار کا ہوگا۔

﴿سوال نمبر۳۲﴾ کسی کے پاس دس یا بیس کنٹینرز خاص برانڈ کے ٹائر ہیں ایک شخص نے ان میں سے دو کنٹینرز خرید لئے یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر نزاع اور جھگڑے کا خطرہ نہیں، تو جائز ہے۔ ورنہ ناجائز ہے۔

﴿شرکت اور مضاربہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات﴾

فائدہ: جاننا چاہئے کہ نفع اور کمائی کے استحقاق کے لئے تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) **مال:** جیسا کہ عقدِ مضاربہ کے اندر رب المال کا نفع میں استحقاق صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ اس کے مال کی کمائی ہے اگرچہ اس نے خود کوئی عمل نہیں کیا۔

(۲) **عمل:** جیسا کہ مضاربت میں مضارب نفع کا صرف اس وجہ سے مستحق ہوتا ہے کہ اس کی طرف سے عمل پایا جاتا ہے اگرچہ مال کسی اور کا ہے۔

(۳) **ضمان:** جیسا کہ درزی نے کسی سے دو سو روپے کی اجرت پر ایک کپڑا سینے کے لئے لے لیا لیکن اس نے وہ کپڑا خود نہیں سیا، بلکہ دوسرے درزی سے ایک سو اسی روپے کے بدلے سلوایا، مذکورہ صورت میں بیس روپے کا نفع صرف اس وجہ سے اس کو ملا کہ یہ اس کپڑے کا ضامن ہے، کیونکہ یہاں نہ اس کی طرف سے کوئی مال ہے اور نہ کوئی عمل۔

مذکورہ بالا تینوں چیزوں میں کوئی ایک چیز بھی نہ ہو تو کوئی نفع کا مستحق نہیں ہوگا۔

تنبیہ: اسلامی نامی بینکوں میں اس اصول کے خلاف ''یومیہ پیداوار کی بنیاد پر منافع کی تقسیم'' کی بعض صورتوں میں بعض کو نفع کا مستحق بنایا جاتا ہے حالانکہ وہ نفع کے مستحق نہیں ہوتے۔

قال الامام الکاسانی رحمه الله تعالیٰ: وَ الأَصلُ أَنَّ الرِّبحَ إنَّمَا یُستَحَقُّ عِندَنَا إمَّا بالمَالِ وَإِمَّا بِالعَمَلِ وَإِمَّا بِالضَّمَانِ أَمَّا ثُبُوتُ الاستِحقَاقِ بِالمَالِ فَظَاهِرٌ ؛ لِأَنَّ الرِّبحَ نَمَاءُ رَأسِ المَالِ فَیَکُونُ لِمَالِکِهِ وَلِهَذَا استَحَقَّ رَبُّ المَالِ الرِّبحَ فِی المُضَارَبَةِ وَأَمَّا بِالعَمَلِ فَإِنَّ المُضَارِبَ یَستَحِقُّ الرِّبحَ بِعَمَلِهِ فَکَذَا الشَّرِیکُ .وَأَمَّا بِالضَّمَانِ فَإِنَّ المَالَ إذَا صَارَ مَضمُونًا عَلَی المُضَارِبِ یَستَحِقُّ جَمِیعَ الرِّبحِ وَیَکُونُ ذَلِکَ بِمُقَابَلَةِ الضَّمَانِ خَرَاجًا بِضَمَانِ بِقَولِ النَّبِیِّ عَلَیهِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ الخَرَاجُ بِالضَّمَانِ فَإِذَا کَانَ ضَمَانُهُ عَلَیهِ کَانَ خَرَاجُهُ لَهُ وَالدَّلِیلُ عَلَیهِ أَنَّ صَانِعًا تَقَبَّلَ عَمَلًا بِأَجرٍ ثُمَّ لَم یَعمَل بِنَفسِهِ وَلَکِن قَبلَهُ لِغَیرِهِ بِأَقَلَّ مِن ذَلِکَ طَابَ لَهُ الفَضلُ وَلَا سَبَبَ لِاستِحقَاقِ الفَضلِ إلَّا الضَّمَانَ فَثَبَتَ أَنَّ کُلَّ وَاحِدٍ مِنهُمَا سَبَبٌ صَالِحٌ لِاستِحقَاقِ الرِّبحِ فَإِن لَم یُوجَد شَیءٌ مِن ذَلِکَ لَا یَستَحِقُّ بِدَلِیلِ أَنَّ مَن قَالَ لِغَیرِهِ : تَصَرَّف فِی مِلکِکَ عَلَی أَنَّ لِی بَعضَ رِبحِهِ ؛ لَم یَجُز وَلَا یَستَحِقُّ شَیئًا مِن الرِّبحِ لِأَنَّهُ لَا مَالَ وَلَا عَمَلَ وَلَا ضَمَانَ

(بدائع الصنائع ۵/ ۸۲،۸۳)

﴿سوال نمبر۳۳﴾ دو آدمیوں نے شرکت کی دونوں کا سرمایہ برابر ہے اور عقد کے وقت یہ شرط کیا گیا کہ دونوں عمل برابر کرینگے لیکن نفع اس طرح طے ہوا کہ نفع کا ایک تہائی ایک کو ملے گا اور دو تہائی دوسرے کو۔ کیا یہ صورت شرعا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! جائز ہے۔

﴿سوال نمبر۳۴﴾ دو آدمیوں نے آپس میں شرکت کی ایک کا سرمایہ ایک لاکھ ہے جبکہ دوسرے کا دو لاکھ، اور نفع کی تقسیم اس طرح طے ہوئی کہ جتنا نفع ہوگا، وہ دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور عقد کرتے وقت یہ شرط کیا گیا کہ دونوں برابر عمل کرینگے لیکن عقد کے بعد ان میں سے ایک نے کسی وجہ سے کوئی عمل نہیں کیا بلکہ پورا کام دوسرے نے اکیلے ہی کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا جس نے عمل نہیں کیا اس کو اسی تناسب سے نفع دیا جائیگا جس طرح

عقد کے وقت طے ہو چکا ہے یا عمل نہ کرنے کی وجہ سے اس تناسب سے کم ملے گا؟

جواب: صورتِ سوال میں نفع کی جو شرط شروع میں طے ہو چکی ہے اسی کے مطابق ہر ایک کو نفع دیا جائیگا۔

﴿سوال نمبر ۳۵﴾ زید اور عمرو نے آپس میں شرکت کی، زید کا سرمایہ ایک ہزار ہے جبکہ عمرو کا سرمایہ دو ہزار ہے، اور نفع اس طرح طے ہوا کہ جتنا نفع ہو جائے دونوں کے درمیان نصف/ نصف تقسیم ہوگا۔ اور عقد کے اندر یہ شرط لگائی کہ عمل دونوں برابر کریں گے اور دونوں نے عمل بھی کیا۔

کیا اس طرح شرکت شریعت کی رو سے درست ہے؟

جواب: جی ہاں! بالکل درست اور جائز ہے۔

﴿سوال نمبر ۳۶﴾ زید اور خالد نے شرکت کی، دونوں کا سرمایہ برابر ہے، یعنی ایک ایک لاکھ ہے لیکن نفع اس طرح طے ہوا کہ زید کو ایک تہائی ملے گا اور خالد کو دو تہائی ملے گا، اور یہ بھی شرط لگائی گئی کہ عمل صرف خالد ہی کرے گا، کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

﴿سوال نمبر ۳۷﴾ تمام شرکاء کا سرمایہ برابر ہو اور عقد کے اندر عمل سب پر برابر اور مساوی شرط کیا گیا ہو اور نفع سرمایہ کی نسبت سے تقسیم کیا جاتا ہو؟

جواب: یہ صورت جائز ہے، اس میں عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔

﴿سوال نمبر ۳۸﴾ چند شرکاء نے شرکت کی اور سب کے سرمایہ کی مقدار مختلف ہے مثلاً کسی کا ۲۵ فیصد ہے، کسی کا ۵۰ فیصد ہے، کسی کا ۱۰ فیصد وغیرہ اور عقد کے وقت کام کرنا سب پر برابر شرط کیا گیا ہو اور نفع کی تقسیم بھی سرمایہ کے تناسب سے طے کی گئی ہو؟

جواب: یہ صورت بھی بلاشبہہ جائز اور صحیح ہے۔

﴿**سوال نمبر ۳۹**﴾ خالد اور بکر نے شرکت کی، خالد کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور بکر کا سرمایہ دو لاکھ ہے اور نفع اس طرح طے ہوا کہ جتنا نفع ہو جائے وہ دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور عقد کے اندر یہ طے ہوا کہ جس کا سرمایہ زیادہ ہے یعنی ''بکر''، عمل وہی کرے گا، تو کیا اس طرح کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: صورتِ سوال میں نفع کی جو شرح طے ہوئی ہے وہ خلافِ شرع ہونے کی وجہ سے ناجائز اور باطل ہے۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ دونوں اس ناجائز معاملے سے توبہ استغفار کر کے نفع رأس المال کے تناسب سے تقسیم کریں یعنی ایک تہائی خالد جس کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور دو تہائی بکر جس کا سرمایہ دو لاکھ ہے، لے لیں۔

﴿**سوال نمبر ۴۰**﴾ دو آدمیوں نے شرکت کی ایک کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور دوسرے کا سرمایہ دو لاکھ ہے اور نفع نصف نصف طے ٹھہرا، اور عقد کرتے وقت یہ طے ہو گیا کہ عمل صرف وہ کرے گا جس کا سرمایہ کم ہے، یعنی ایک لاکھ ہے تو کیا اس طرح کرنے میں شرعاً کوئی خرابی ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس کا متبادل اور جائز کیا ہوگا؟

جواب: اس صورت میں کوئی خرابی نہیں شرعاً بالکل جائز اور درست ہے۔

﴿**سوال نمبر ۴۱**﴾ سرمایہ برابر ہو، البتہ بعض شرکاء زیادہ عمل کرتے ہیں اور بعض کم اور بعض بالکل کرتے ہی نہیں اور نفع کی تقسیم اس طرح ہوئی کہ زیادہ عمل کرنے والے کو سرمایہ سے بہت زیادہ مثلاً سرمایہ ۲۵ فیصد اور نفع ۴۰ فیصد دیا جاتا ہے اور تھوڑا کام کرنے والے کو سرمایہ سے معمولی زیادہ دیا جاتا ہے مثلاً سرمایہ ۲۵ فیصد اور نفع ۳۰ فیصد اور جو عمل نہیں کرتا اس

کوسرمایہ کے تناسب سے یا اس سے کم دیا جاتا ہے مثلاً سرمایہ ۲۵ فیصد اور نفع ۲۵ فیصد یا ۲۰ فیصد ہے؟ اب مذکورہ صورت کے بارے میں بتائیے کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے چاہے سرمایہ برابر ہو یا مختلف۔

﴿سوال نمبر۴۲﴾ دو آدمیوں نے آپس میں شرکت کی دونوں کا سرمایہ آپس میں برابر ہے لیکن نفع اس طرح طے ہوا کہ ایک کو ایک تہائی ملے گا اور دوسرے کو دو تہائی ملے گا، اور عمل صرف اس پر شرط کیا جس کو ایک تہائی ملتا ہے۔تو کیا اس طرح کرنا شریعت کی رو سے درست ہے یا نہیں؟

جواب: صورتِ سوال میں نفع کی جو شرح طے ہوئی ہے وہ خلاف شرع ہونے کی وجہ سے ناجائز اور باطل ہے۔اس صورت میں نفع دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔

﴿سوال نمبر۴۳﴾ شرکاء نے اسلامی اصولوں کے مطابق شرکت کی، لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد ایک شریک نکلنا چاہتا ہے، اس کا طریقِ کار کیا ہوگا؟

جواب: پورا کاروبار ختم ہونے سے پہلے کسی ایک شریک کے نکلنے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) نکلنے کے وقت پورا سرمایہ نقدی کی شکل میں ہو، اس صورت میں اس نکلنے والے شریک کو نفع میں سے اس کے لئے طے شدہ حصہ مع اصل سرمایہ دے کر علیحدہ کیا جائے۔ مثلاً تین شرکاء ہیں ہر ایک کا سرمایہ ایک ایک لاکھ ہے اور نفع میں سے ہر ایک کے لئے ایک تہائی حصہ طے ہوا تھا، تین مہینوں میں مزید تیس ہزار نفع ہوا اور اب پورا کا پورا سرمایہ نقدی کی شکل میں ہے، تو اس نکلنے والے کو ایک لاکھ دس ہزار روپے دے کر علیحدہ کیا جائے یہ صورت شرعاً جائز اور درست ہے۔

(۲) نکلنے کے وقت پورا سرمایہ اثاثہ کی شکل میں ہے تو یہاں پھر دو صورتیں ہیں۔

(الف) ان اثاثوں کی قیمت لگا کر جتنا حصہ اس نکلنے والے شریک کا بنتا ہے وہ اس کی مرضی سے اسی قیمت پر کوئی دوسرا شخص چاہے شریک ہو یا اس کے علاوہ ہو خرید کر اس کو علیحدہ کر دیا جائے، یہ صورت بھی شرعاً جائز ہے۔

(ب) ان اثاثوں کی قیمت لگا کر نکلنے والے شریک کا جو حصہ بنتا ہے اس کو اس کی مرضی اور خوشی کے بغیر کوئی دوسرا شریک کم قیمت پر خرید کر اس کو علیحدہ کر دے، یہ صورت ناجائز اور شرکت کے اسلامی اصولوں سے متصادم ہے۔ اور یہ وہی صورت ہے جو آج کل کے اسلامی نامی بینکوں میں رائج ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: "اگر شرکاء میں سے کوئی ایک مشارکہ ختم کرنا چاہے جبکہ دوسرا شریک یا باقی شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہیں تو باہمی معاہدے سے یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے، جو شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہتے ہیں وہ اس شریک کا حصہ خرید سکتے ہیں، جو اپنی شراکت ختم کرنا چاہتا ہے اس لئے کہ ایک شریک کے ساتھ مشارکہ ختم ہونے کا عملاً یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ مشارکہ دوسرے شرکاء کے ساتھ بھی ختم ہو جائے اس صورت میں مشارکہ چھوڑنے والے شریک کے حصے کی قیمت کا تعین باہمی رضامندی سے ہونا ضروری ہے، اگر اس حصے کی قیمت کے تعین میں اختلاف ہو اور شرکاء کے درمیان کوئی متفقہ قیمت طے نہ پاسکے تو مشارکہ چھوڑنے والا حصہ دار خود ان اثاثوں کو تقسیم کر کے دوسرے شرکاء سے علیحدہ ہوسکتا ہے یا لیکویڈیشن یعنی اثاثوں کو بیچ کر نقد میں تبدیل کر کے (اسلامی بینکاری کی بنیادیں صفحہ ۴۴)

﴿سوال نمبر ۴۴﴾ شرکت میں نفع کی شرح کس اعتبار سے طے کرنا چاہیئے؟ کیا کسی شریک کے لئے اگر کوئی لگی بندھی مقدار مقرر کر لی جائے مثلاً زید اور خالد کی آپس میں شرکت کی صورت میں یہ طے کرنا کہ زید ماہانہ دس ہزار روپے نفع میں سے اپنے حصے کے طور پر لے گا

اور باقی ماندہ سارا نفع خالد کا ہوگا۔ تو کیا اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شرکت میں ضروری ہے کہ ہر شریک کے نفع کی شرح کاروبار میں حقیقتاً ہونے والے نفع کی نسبت سے طے ہو۔ اس کی طرف سے لگائے جانے والے سرمایہ کی نسبت سے نہ ہو۔ یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شریک کے لئے کوئی لگی بندھی مقدار مقرر کر دی جائے یا نفع کی ایک شرح طے کر لی جائے جو اس کی طرف سے لگائے گئے سرمائے سے منسلک ہو (یعنی کسی شریک کے بارے میں یہ طے کرنے کے بجائے کہ حقیقی منافع کا اتنا فیصد لے گا، یہ طے کر لینا کہ وہ اپنی لگائی گئی رقم کا اتنا فیصد لے گا) جائز نہیں ہے۔

لہٰذا اگر زید اور خالد شراکت کرتے ہیں اور یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ زید ماہانہ دس ہزار روپیہ نفع میں سے اپنے حصے کے طور پر لے گا اور باقی ماندہ سارا نفع خالد کا ہوگا تو یہ شرکت شرعاً صحیح نہیں ہوگی، اسی طرح اگر اس بات پر اتفاق کر لیا جائے کہ زید اپنے سرمایہ مثلاً ڈیڑھ لاکھ کا پندرہ فیصد بطورِ منافع وصول کرے گا تو یہ بھی صحیح نہیں۔ نفع تقسیم کرنے کی صحیح بنیاد یہ ہے کہ کاروبار میں حاصل ہونے والے حقیقی نفع کا فیصد طے کیا جائے۔

(کذافی: اسلامی بینکاری کی بنیادیں صفحہ ۳۴، ۳۵)

﴿سوال نمبر ۴۵﴾ (۱) یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ نفع کی نسبت شرکاء کے درمیان طے شدہ معاہدے کے مطابق سرمایہ کے تناسب سے مختلف ہوسکتی ہے لیکن کیا نقصان اور خسارے کا حکم بھی نفع کی طرح ہے یا دونوں میں فرق ہے؟

(۲) زید اور خالد نے شرکت کی زید کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور خالد کا سرمایہ دو لاکھ ہے اور معاہدہ اس طرح ہوا کہ اگر نفع ہوا تو دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور اگر نقصان ہوا تو بھی دونوں برابر اور نصف، نصف برداشت کریں گے، تو کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟ تفصیلاً جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

جواب: (۱) نفع اور نقصان دونوں میں فرق ہے، نفع کی نسبت تو شرکاء کے درمیان طے شدہ معاہدے کے مطابق سرمایہ کے تناسب سے مختلف ہوسکتی ہے لیکن نقصان ہر صورت میں ہر ایک شریک اپنے سرمایہ کی نسبت ہی سے برداشت کرے گا لہٰذا اگر ایک حصہ دار نے چالیس فیصد سرمایہ لگایا ہے تو اسے لازماً خسارے کا بھی چالیس فیصد ہی برداشت کرنا پڑے گا، اس سے کم یا زیادہ نہیں، اگر کسی نے اس کے خلاف معاہدے میں کمی یا زیادتی کی شرط لگائی وہ شرط باطل اور کالعدم ہوگی، اس سے شرکت کے صحیح ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(۲) اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ صورتِ سوال میں نفع تو طے شدہ معاہدے کے مطابق تقسیم ہوگا لیکن نقصان دونوں اپنے سرمایہ کے تناسب سے برداشت کریں گے، اور نقصان نصف نصف برداشت کرنے کی شرط لغو، ناجائز اور باطل ہے۔

لہٰذا زید کا سرمایہ چونکہ 33.33% ہے اس لئے وہ اتنا ہی نقصان برداشت کریگا اور خالد کا سرمایہ 66.66% ہے اس لئے وہ اس تناسب سے نقصان برداشت کرے گا۔

﴿**سوال نمبر ۴۶**﴾ زید اور خالد نے شرکت کی، دونوں کا سرمایہ دو، دو لاکھ روپے ہے اور دونوں کے درمیان نفع نصف، نصف طے ہوگیا، اب تین مہینے کے بعد ایک تیسرا آدمی مثلاً عمرو آکر ان کے ساتھ شریک ہونا چاہتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح شرکت کے دوران شریک ہونا درست ہے یا نہیں، اگر درست ہے تو کس طرح شریک ہوگا، یعنی کتنا سرمایہ دے کر شریک ہوگا؟

جواب: اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) ان تین مہینوں کی مدت میں نفع ونقصان کچھ بھی نہیں ہوا، اس صورت میں دونوں کے کل سرمایہ جو کہ چار لاکھ ہے کے تناسب سے شریک ہوسکتا ہے۔

(۲) مذکورہ مدت میں مثلاً بیس ہزار نفع ہوا ہے اس صورت میں کل سرمایہ مع اس نفع کے

یعنی چار لاکھ بیس ہزار کے تناسب سے شریک ہوسکتا ہے۔

(۳) مذکورہ مدت میں مثلاً بیس ہزار نقصان ہوا ہے اس صورت میں اس نقصان کو چھوڑ کر باقی ماندہ یعنی تین لاکھ اسی ہزار سرمایہ کے تناسب سے شریک ہوسکتا ہے۔

﴿سوال نمبر ۴۷﴾ زید اور عمرو نے آپس میں شرکت کی اور آپس میں آدھے آدھے کے حساب سے نفع طے کیا لیکن ساتھ یہ بھی معاہدہ کیا کہ عمل کرنے والے یعنی زید کو حاصل شدہ نفع سے اولاً اس کے عمل کی اجرت کے طور پر مثلاً پانچ ہزار یا جتنا بھی ہو دیا جائے گا اس کے بعد باقی ماندہ نفع طے شدہ شرح کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

جواب: شریک کو ملازم رکھ کر نفع کے طے شدہ حصے کے علاوہ اپنے کام پر کسی قسم کی تنخواہ فیس یا معاوضہ دینا ناجائز اور مفسدِ شرکت ہے لہٰذا مذکورہ معاملہ ناجائز اور باطل ہے۔

﴿سوال نمبر ۴۸﴾ میں نے ایک چلتے ہوئے کاروبار میں ایک لاکھ سرمایہ دیا تو انھوں نے کہا کہ آپ کو اس کا نفع ماہانہ پانچ ہزار روپے دیا جائے گا، تو کیا اس طرح شرکت جائز ہے؟

جواب: یہ صورت شرکت کی نہیں، بلکہ صریح سود اور حرام ہے۔

﴿عیب وغیرہ کی وجہ سے سامان لوٹانا﴾

﴿سوال نمبر ۴۹﴾ ایک شخص ٹائرز خریدنے دکاندار کے پاس گیا اور ٹائر خرید لیے اور اس پر قبضہ بھی کرلیا، لیکن جب مشتری نے ان کو کھول کر دیکھا تو کسی میں ٹیوب خراب تھی اور کسی میں اس کے علاوہ کوئی اور نقص اور عیب تھا تو کیا ان عیوب کی وجہ سے یا ویسے ہی بغیر کسی عیب کے مشتری کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ یہ ٹائرز دکاندار کو واپس کرے اور اس سے اپنی رقم لے کر سودا ختم کردے؟

جواب: ہر خریدار (مشتری) کو شرعاً سودا مکمل ہونے کے بعد دو اختیار حاصل ہیں۔

(۱) خیارِ رؤیت: اس کا مطلب یہ ہے کہ خریداری کے وقت اگر خریدار نے مبیع اور

سامان بِن دیکھے خریدا تو ایسی صورت میں شریعت نے اس کو یہ اختیار دیا ہے کہ دیکھنے کے بعد اگر کسی وجہ سے پسند نہ آئے تو بیع ختم کر سکتا ہے۔

(۲) خیارِ عیب: اس کا مطلب یہ ہے کہ خریدنے کے بعد اگر مبیع اور سامان میں کسی قسم کا عیب کا (جو پہلے سے تھا) پتہ چلا تو ایسی صورت میں شریعت نے خریدار کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ یہ سودا ختم کر کے مال واپس لے سکتا ہے۔

﴿سوال نمبر۵۰﴾ (۱) ایک شخص نے ٹائر خریدے جب وہ خرید کر اس کو دیکھتا ہے تو اس کی ٹیوب خراب ہوتی ہے تو اب اس کو واپس کرنے کی کیا صورت ہو گی؟

(۲) **بیع بشرط البراء ۃمن کل عیب** (یعنی بائع کا یہ کہنا کہ یہ چیز تمام عیوب سے پاک ہے) کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ کیا یہ جائز ہے؟

(۳) اگر کوئی بائع خیارِ رؤیت کی نفی کر دے یعنی مشتری سے یہ کہے کہ تمہیں خیارِ رؤیت نہیں ہے تو کیا اس کا اعتبار ہو گا؟

جواب: (۱) مشتری جب مبیع میں عیب پر مطلع ہو تو اس کو اختیار ہے کہ یا تو اسی عیب دار چیز کو مکمل قیمت (ثمن) میں لے لے، یا مبیع واپس کر کے اپنا ثمن واپس لے لے، لیکن یہ اختیار نہیں کہ مبیع کو اپنے پاس رکھے اور بائع سے بقدرِ عیب نقصان کی قیمت وصول کر لے۔

(۲) جائز ہے اور مشتری کو عیب کی وجہ سے رد کا اختیار نہیں۔

(۳) بائع کے نفی کرنے سے خیارِ رؤیت کا حق مشتری کو بدستور رہے گا، اس کی نفی کا اعتبار نہیں۔

﴿عقدِ مضاربت اور اس کے بنیادی اصول﴾

عقدِ مضاربت دو شخصوں کے درمیان ایسے معاہدے کو کہا جاتا ہے جس میں ایک جانب

سے سرمایہ اور دوسری جانب سے محنت ہو اور پھر حاصل ہونے والا نفع دونوں کے مابین حسبِ معاہدہ تقسیم کیا جاتا ہو۔

اب اگر دونوں جانب سے مال (سرمایہ) ہو تو پھر یہ عقدِ مضاربت نہیں ہوگا، بلکہ عقدِ شرکت ہوگا۔اسی طرح اگر حاصل ہونے والا نفع پورا کا پورا صاحبِ سرمایہ (رب المال) کے لئے مشروط کر دیا گیا ہو تو پھر بھی یہ عقدِ مضاربت نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر پورا نفع صاحبِ محنت (مضارب) کے لئے مشروط کر دیا گیا ہو تو یہ قرض ہوگا اور عقدِ مضاربت نہیں ہوگا۔

شرائط:

(۱) مضاربت میں سرمایہ کا نقدی ہونا ضروری ہے، اگر سرمایہ سامان، قرض یا جامد اثاثوں کی شکل میں ہوگا تو مضاربت صحیح نہیں ہوگی۔

(۲) عقدِ مضاربت کے وقت سرمایہ کا اس طور پر معلوم ہونا ضروری ہے کہ بعد میں کسی قسم کا کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو، یعنی رب المال مضارب کو سرمایہ پر قبضہ کرا دے یا اس کی طرف اشارہ کر دے۔

(۳) عقدِ مضاربت میں سرمایہ مکمل طور پر مضارب کے حوالہ کرنا ضروری ہے اس طور پر کہ پھر اس سرمایہ میں رب المال کا کسی قسم کا کوئی عمل دخل نہ رہے اسی طرح رب المال کوئی کام بھی نہیں کرے گا بلکہ کام صرف مضارب ہی کرے گا، اگر رب المال پر بھی کام کی شرط لگائی گئی تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

(۴) عقدِ مضاربت میں منافع کی تقسیم حقیقی نفع کے تناسب سے طے کی جانی ضروری ہے، اگر کسی ایک کے لئے معین رقم یا سرمایہ کے تناسب سے پہلے سے نفع طے کر لیا (یعنی کل سرمایہ کا اتنا فیصد ملے گا) تو مضاربت جائز نہیں ہوگی۔

(۵) مضارب کو صرف حاصل شدہ نفع میں سے ہی حصہ ملے گا، اصل سرمایہ میں سے کچھ

بھی نہیں لے سکتا۔

(٦) اگر مضارب کے لئے اصل سرمایہ میں سے کچھ مشروط کیا گیا تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

(٧) اگر نقصان ہو گیا تو اس کو پہلے حاصل شدہ نفع سے پورا کیا جائے گا، اگر اس سے بڑھ گیا تو وہ رب المال کے ذمہ ہوگا اور اصل سرمایہ سے پورا کیا جائے گا، مضارب کو نقصان کا ذمہ دار ٹھہرانا جائز نہیں، اگر کسی نے مضارب کو بھی نقصان کا ذمہ دار بنایا تو بھی ذمہ دار نہ ہوگا اور یہ شرط فاسد اور لغو ہوگی۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

﴿مسائل کے حوالہ جات﴾

﴿۱، ۲﴾ اس کے حوالے اصل مسئلہ کے تحت موجود ہیں۔

﴿۳﴾ قال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالى: ثُمَّ الَّذِى يَقَعُ فِى قَلبِى أَنَّ مَا يُخرِجُهُ الدَّافِعُ إن فُعِلَت صُورَةٌ يَعُودُ فِيهَا إلَيهِ هُوَ أَو بَعضُهُ كَعَودِ الثَّوبِ أَو الحَرِيرِ فِى الصُّورَةِ الأُولَى وَكَعَودِ العَشَرَةِ فِى صُورَةِ إقرَاضِ الخَمسَةَ عَشَرَ فَمَكرُوهٌ وَإلَّا فَلا كَرَاهَةَ إلَّا خِلافُ الأَولَى عَلَى بَعضِ الاحتِمَالاتِ كَأَن يَحتَاجَ المَديُونُ فَيَأبَى المَسئُولُ أَن يُقرِضَ بَل أَن يَبِيعَ مَا يُسَاوِى عَشَرَةً بِخَمسَةَ عَشَرَ إلَى أَجَلٍ فَيَشتَرِيَهُ المَديُونُ وَيَبِيعَهُ فِى السُّوقِ بِعَشَرَةٍ حَالَّةٍ وَلا بَأسَ فِى هَذَا فَإِنَّ الأَجَلَ قَابَلَهُ قِسطٌ مِنَ الثَّمَنِ وَالقَرضُ غَيرُ وَاجِبٍ عَلَيهِ دَائِمًا بَل هُوَ مَندُوبٌ فَإِن تَرَكَهُ بِمُجَرَّدِ رَغبَةٍ عَنهُ إلَى زِيَادَةِ الدُّنيَا فَمَكرُوهٌ أَو لِعَارِضٍ يُعذَرُ بِهِ فَلا وَإنَّمَا يُعرَفُ ذَلِكَ فِى خُصُوصِيَّاتِ المَوَادِّ وَمَا لَم تَرجِع إلَيهِ العَينُ الَّتِى خَرَجَت مِنهُ لا يُسَمَّى بَيعَ العِينَةِ ؛ لِأَنَّهُ مِنَ العَينِ المُستَرجَعَةِ لا العَينِ مُطلَقًا وَإلَّا فَكُلُّ بَيعٍ بَيعُ العِينَةِ .

(فتح القدير ۳۲۴/۲ ،ط : رشيديه)

﴿۴، ۵، ۱۰، ۱۵﴾ قال ملك العلماء الكاسانى رحمه الله تعالىٰ: وَمِنهَا القَبضُ فِى بَيعِ المُشتَرِى المَنقُولَ فَلا يَصِحُّ بَيعُهُ قَبلَ القَبضِ ؛ لِمَا رُوِىَ أَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَن بَيعِ مَا لَم يُقبَض وَالنَّهىُ يُوجِبُ فَسَادَ المَنهِىِّ ؛ وَلِأَنَّهُ بَيعٌ فِيهِ غَرَرُ الانفِسَاخِ بِهَلاكِ المَعقُودِ عَلَيهِ ؛ لِأَنَّهُ إذَا هَلَكَ المَعقُودُ عَلَيهِ قَبلَ القَبضِ يَبطُلُ البَيعُ الأَوَّلُ فَيَنفَسِخُ الثَّانِى؛ لِأَنَّهُ بَنَاهُ عَلَى الأَوَّلِ وَقَد نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَن بَيعٍ فِيهِ غَرَرٌ وَسَوَاءٌ بَاعَهُ مِن غَيرِ بَائِعِهِ أَو مِن بَائِعِهِ ؛ لِأَنَّ النَّهىَ مُطلَقٌ لا يُوجِبُ الفَصلَ بَينَ البَيعِ مِن غَيرِ بَائِعِهِ وَبَينَ البَيعِ مِن بَائِعِهِ وَكَذَا مَعنَى الغَرَرِ لا يَفصِلُ بَينَهُمَا فَلا يَصِحُّ الثَّانِى وَالأَوَّلُ عَلَى حَالِهِ .وَلا

يَجُوزُ إشرَاكُهُ وَتَولِيَتُهُ ؛ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِکَ بَيعٌ (بدائع الصنائع ۳۹۴/۴، ط : رشيديه جديد)

﴿۴،۵﴾ قال الامام قاضی خان رحمه الله تعالیٰ: و حيلة أخرى أن يبيع المقرض من المستقرض سلعة بثمن مؤجل و يد فع السلعة الى المستقرض ثم ان المستقرض يبيعها من غيره بأقل مما اشتریٰ ثم ذلک الغير يبيعها من المقرض بما اشتریٰ لتصل السلعة اليه بعينها و يأخذ الثمن و يدفعها الى المستقرض فيصل المستقرض الى القرض و يحصل الربح للمقرض، و هذه الحيلة هی العينة التی ذکرها محمد رحمه الله تعالیٰ.

(الخانية على هامش الهندية ۲۷۹/۲،ط : رشيديه)

﴿۵﴾ قال العلامة العينی رحمه الله تعالیٰ: عن أبی أسحاق عن امرأته رحمها الله تعالیٰ انها دخلت على عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فی نسوة فسالت امرأة فقالت: يا أم المؤمنين! كانت لی جارية فبعتها من زيد بن أرقم ﷺ بثمان مائة الى العطاء (أی الأجل) ثم ابتعتها منه بست مائة فنقدت له ست مائة و كتبت عليه بثمان مائة، فقالت: عائشة بئس ما شريت و بئس ما اشتريت أخبری زيد بن أرقم أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله ﷺ الا أن يتوب فقالت: المرأة لعائشة رضی الله تعالیٰ عنها أ رأيت ان أخذت رأس مالی و رددت عليه الفضل فقالت "فمن جاءه موعظة من ربه فانتهی فله ما سلف" (البناية فی شرح الهداية ۲۳۰/۷،ط: رشيديه)

﴿۶، ۷﴾ قال العلامَة ابن نجيم رحمه الله تعالیٰ: تحت قوله : (هو مبادلة المال بالمال بالتراضی) وَ أَمَّا شَرَائِطُ الصِّحَّةِ فَعَامَّةٌ وَ خَاصَّةٌ ...... وَ مِنهَا القَبضُ فِی بَيعِ المُشتَرَى المَنقُولِ وَ فِی الدَّينِ فَبَيعُ الدَّينِ قَبلَ قَبضِهِ فَاسِدٌ.

(البحرالرائق ۴۳۷/۵ ط: رشيديه)

قال العلامَة ابن نجيم رحمه الله تعالیٰ: وَ أَمَّا تَصَرُّفُ المُشتَرِی فِی المَبِيعِ

قَبلَ قَبضِهِ فَعَلَى وَجهَينِ: قَولِيٍّ وَ حِسِّيٍّ فَالأَوَّلُ فَإِن أَعَارَهُ أَو وَهَبَهُ أَو تَصَدَّقَ بِهِ أَو رَهَنَهُ وَ قَبَضَهُ المُرتَهِنُ جَازَ وَ لَو بَاعَ أَو آجَرَ لَا يَجُوزُ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ كُلُّ تَصَرُّفٍ يَجُوزُ مِن غَيرِ قَبضٍ إِذَا فَعَلَهُ المُشتَرِى قَبلَ القَبضِ لَا يَجُوزُ وَ كُلُّ مَا لَا يَجُوزُ إِلَّا بِالقَبضِ كَالهِبَةِ إِذَا فَعَلَهُ المُشتَرِى قَبلَ القَبضِ جَازَ وَ يَصِيرُ المُشتَرِى قَابِضًا، كَذَا فِى الظَّهِيرِيَّةِ (البحر الرائق ۵ /۵۱۳ ط: رشیدیه)

و فى الهندية و اذا عرفت المبيع و الثمن فنقول من حكم المبيع اذا كان منقولاً ان لا يجوز بيعه قبل القبض ...... و تسليم المبيع هو ان يخلى بين المبيع و المشترى على وجه يتمكن المشترى من قبضه بغير حائل و كذا التسليم فى جانب الثمن كذا فى الذخيرة (الهندية ۳/۱۳، ۱۶ ط : رشیدیه)

﴿۸، ۹﴾ قال العلامَة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: قَولُهُ (وَ كُلٌّ أَجنَبِيٌّ فِى قِسطِ صَاحِبِهِ) أَى وَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الشَّرِيكَينِ مَمنُوعٌ مِنَ التَّصَرُّفِ فِى نَصِيبِ صَاحِبِهِ لِغَيرِ الشَّرِيكِ إِلَّا بِإِذنِهِ لِعَدَمِ تَضَمُّنِهَا الوَكَالَةَ وَ القِسطُ بِالكَسرِ الحِصَّةُ وَ النَّصِيبُ كَذَا فِى القَامُوسِ وَ لَم يَذكُرِ المُصَنِّفُ حُكمَ بَيعِ أَحَدِهِمَا حِصَّتَهُ وَ حُكمَ الِانتِفَاعِ بِهَا بِلَا بَيعٍ أَمَّا الأَوَّلُ فَقَالُوا يَجُوزُ بَيعُ أَحَدِهِمَا نَصِيبَهُ مِن شَرِيكِهِ فِى جَمِيعِ الصُّوَرِ وَ مِن غَيرِ شَرِيكِهِ بِغَيرِ إِذنِهِ إِلَّا فِى صُورَةِ الخَلطِ وَ الِاختِلَاطِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ إِلَّا بِإِذنِهِ (البحر الرائق ۵ /۲۸۰ ط: رشیدیه)

قال فى الهندية: أو يملكا مالا بالشراء أو بالصدقة كذا فى فتاوى قاضيخان أو يوصى لهما فيقبلان كذا فى الاختيار شرح المختار، و ركنها اجتماع النصيبين و حكمهما وقوع الزيادة على الشركة بقدر الملك و لا يجوز لأحدهما أن يتصرف فى نصيب الآخر الا بأمره، و كل منهما كالأجنبى فى نصيب صاحبه و يجوز بيع أحدهما نصيبه من شريكه فى جميع الصور و من غير شريكه بغير اذنه الا فى صُورَة الخلط و الا ختلاط كذا فى الكافى . (الهندية

۲/ ۱ ۳۰ ط: رشیدیه)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قَولُهُ: (فَصَحَّ لَهُ بَيعُ حِصَّتِهِ) تفرِيعٌ عَلَى التَّقيِيدِ بِمَالِ صَاحِبِهِ ط، قَولُهُ: (إلَّا فِى صُورَةِ الخَلطِ) وَ الِاختِلَاطِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ البَيعُ مِن غَيرِ شَرِيكِهِ بِلَا إذنِهِ. وَ الفَرقُ أَنَّ الشَّرِكَةَ إذَا كَانَت بَينَهُمَا مِن الِابتِدَاءِ بِأَن اشتَرَيَا حِنطَةً أَو وَرِثَاهَا. كَانَت كُلُّ حَبَّةٍ مُشتَرَكَةً بَينَهُمَا فَبَيعُ كُلٍّ مِنهُمَا نَصِيبَهُ شَائِعًا جَائِزٌ مِن الشَّرِيكِ وَ الأَجنَبِيِّ بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَت بِالخَلطِ أَو الِاختِلَاطِ كَانَ كُلُّ حَبَّةٍ مَملُوكَةٍ بِجَمِيعِ أَجزَائِهَا لَيسَ لِلآخَرِ فِيهَا شِركَةٌ فَإِذَا بَاعَ نَصِيبَهُ مِن غَيرِ الشَّرِيكِ لَا يَقدِرُ عَلَى تَسلِيمِهِ إلَّا مَخلُوطًا بِنَصِيبِ الشَّرِيكِ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى إذنِهِ بِخِلَافِ بَيعِهِ مِن الشَّرِيكِ لِلقُدرَةِ عَلَى التَّسلِيمِ وَالتَّسَلُّمِ.اهـ فتح و بحر (رد المحتار ۶/ ۱ ۶ ۴)

﴿۱۰﴾ حوالہ اصل مسئلہ کے تحت موجود ہے۔

﴿۱۱﴾ قال العلامة العينى رحمه الله تعالىٰ: و قال أبوحنيفة و أصحابه يجوز بيع الغائب على الصفة و غير الصفة و للمشترى خيار الرؤية و روى ذلك أيضا عن ابن عباس و النخعى و الشعبى و الحسن البصرى و مكحول و الأوزاعى و سفيان و قال صاحب التلويح كأنهم استندوا إلى ما رواه الدارقطنى فى سننه عن أبى هريرة رضی اللہ عنہ يرفعه من اشترى شيئًا لم يره فله الخيار، قلت: هذا الحديث رواه الدارقطنى فى سننه عن داهر بن نوح حدثنا عمر بن إبراهيم بن خالد الكردى حدثنا وهيب اليشكرى عن محمد بن سيرين عن أبى هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: من اشترى شيئًا لم يره فهو بالخيار إذا رآه.

(عمدةالقارى ۸ /۴۴۰ ،بيروت)

قال العلامة ظفر احمد العثمانى رحمه الله تعالىٰ: اختلاف العلماء فى بيع الغائب اذا عرفت هذا فنقول قال الموفق: و فى بيع الغائب روايتان أظهرهما أن

الغائب الذی لم یوصف و لم یتقدم رؤیته لا یصح بیعه و بهذا قال الشعبی و النخعی و الحسن و الأوزاعی و مالک و اسحاق وهو أحد قولی الشافعی و فی روایة اخریٰ أنه یصح و هو مذهب أبی حنیفة و القول الثانی للشافعی و هل یثبت للمشتری خیار الرؤیت؟ علی روایتین أشهرهما ثبوته و هو قول أبی حنیفة و احتج من أجازه بعموم قول الله تعالیٰ: ﴿و أحل الله البیع﴾ و روی عن عثمان و طلحة رضی الله تعالیٰ عنهما أنهما تبایعا داریها بالکوفة و الأخریٰ بالمدینة، فقیل لعثمان رضی اللہ عنہ: انک قد غبنت، فقال: ما أبالی لأنی بعت ما لم أره، و قیل لطلحة رضی اللہ عنہ فقال: لی الخیار لأنی اشتریت ما لم أره، فتحاکم الی جبیر رضی اللہ عنہ فجعل الخیار لطلحة رضی اللہ عنہ و هٰذا اتفاق عنه علی صحة البیع و لأنه عقد معاوضة فلم تفتقر صحته الی رؤیة المعقود علیه کالنکاح (اعلاء السنن ۱۲۸/۱۴)

قال العلامَة الملاعلی القاری رحمه الله تعالیٰ: قال ابن الملک: هذا یحتمل أمرین أحدهما أن یشتری له من أحد متاعا فیکون دلالا و هذا یصح و الثانی أن یبیع منه متاعا لا یملکه ثم یشتریه من مالکه و یدفعه إلیه و هذا باطل لأنه باع ما لیس فی ملکه وقت البیع و هذا معنی قوله: قال: لا تبع ما لیس عندک أی شیئا لیس فی ملکک حال العقد (المرقاة ۸۸/۶ : ط رشیدیه قدیم)

﴿۱۲﴾ قال العلامَةالحصکفی رحمه الله تعالیٰ: بخلاف بیعه قبله فإنه باطل مطلقا، جوهرة. قلت: و فی المواهب: و فسد بیع المنقول قبل قبضه انتهی. و نفی الصحة یحتملهما.

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: تَتِمَّةٌ جَمِیعُ مَا مَرَّ إِنَّمَا هُوَ فِی تَصَرُّفِ المشتری فِی المَبِیعِ قَبلَ قَبضِهِ فَلَو تَصَرَّفَ فِیهِ البَائِعُ قَبلَ قَبضِهِ فَإِمَّا بِأَمرِ المُشتَرِی أَو لَا فَلَو بِأَمرِهِ کَأَن أَمَرَهُ أَن یَهَبَهُ مِن فُلَانٍ أَو یُؤَجِّرَهُ فَفَعَلَ وَ سَلَّمَ صَحَّ وَ صَارَ المُشتَرِی قَابِضًا وَ کَذَا لَو أَعَارَ البَائِعُ أَو وَهَبَ أَو رَهَنَ فَأَجَازَ المُشتَرِی وَ

لَو قَالَ ادفَع الثَّوبَ إلَى فُلَانٍ يُمسِكهُ إلَى أَن أَدفَعَ لَک ثَمَنَهُ فَهَلَکَ عِندَ فُلَانٍ لَزِمَ البَـائِعَ؛ لِأَنَّ إمسَاکَ فُلَانٍ لِأَجلِ البَائِعِ وَ لَو أَمَرَهُ بِالبَيعِ فَإن قَالَ: بِعهُ لِنَفسِک أَو بِعهُ فَفَعَلَ کَانَ فَسخًا وَ إِن قَالَ: بِعهُ لِی لَا يَجُوزُ (رد المحتار۷/۳۸۶)

﴿۱۳﴾ اس کی عبارت اصل جواب کے تحت موجود ہے۔

﴿۱۴﴾ قـال الـعـلامة ابـن عـابـديـن رحـمه الله تعالیٰ: و الفرق بين الثمن و القيمة: أن الثمن ماتراضى عليه المتعاقدان (رد المحتار ۷/۱۱۷)

﴿۱۵﴾ قـال الـعـلامة الـحـصكفى رحمه الله تعالیٰ: و لا (بيـع منقول) قبل قبضه و لو من بائعه كما سيجئ (الدر المختار ۷/۳۸۴)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: قول (و الأصل الخ) قال فى الفتح: الأصـل أن كـل عـقـد يـنـفسخ بهلاک العوض قبل القبض لم يجز التصرف فى ذلک الـعوض قبل قبضه كالمبيع فى البيع و الأجرة إذا كانت عينا فى الاجارة و بـدل الـصـلح عن الدين إذا كان عينا لا يجوز بيع شئ من ذلک و لا أن يشرک فيه غيره .... بخلاف التصرف الذى يتم قبل القبض كالبيع مثلاً فإنه لا يجوز لأنـه إذا قبـضـه الـمشترى الثانى لا يكون قابضا عن الأول لعدم توقف البيع على الـقبـض فيـلزم منه تمليک المبيع قبل قبضه و هو لا يصح لكن يرد على الأصل الـمـذكـور الـعتـق و التدبير بأن أعتق أو دبر المبيع قبل قبضه فقد علمت جوازه اتفاقا مع أنه يتم قبل القبض و هو تصرف فى عقد (ردالمحتار۷/۳۸۵)

﴿۱۶﴾ قال العلامة المنلا على القارى رحمه الله تعالیٰ: للسلعة بالكسر أى مـظـنة و سبـب انـفـاقها أى رواجها فى ظن الحالف (مـمحقة للبركة) أى سبب لـذهـاب بركة المكسوب إما بتلف يلحقه فى ماله أو بانفاقه فى غير ما يعود نفعه إليه فى العاجل أو ثوابه فى الآجل أو بقى عنده و حرم نفعه أو ورثه من لا يحمده

(مرقاة المفاتيح ۶/۴۰)

قال العلامة شیخ الاسلام التمرتاشی رحمه الله تعالیٰ: الکذب مباح لاحیاء حقه و دفع الظلم عن نفسه و المراد التعریض لأن عین الکذب حرام.

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: تحت قوله: (الکذب مباح لاحیاء حقه) و اعلم أن الکذب قد یباح و قد یجب، و الضابط فیه کما فی تبیین المحارم وغیره عن الاحیاء: ان کل مقصود محمود یمکن التوصل الیه بالصدق و الکذب جمیعا، فالکذب فیه حرام، و ان أمکن التوصل الیه بالکذب وحده فمباح ان أبیح تحصیل ذلک المقصود و واجب ان وجب تحصیله

(رد المحتار ۹/۷۰۴، باب الحظر و الاباحة)

﴿۱۷﴾ عن تمیم الداری رضی الله عنه قال: قال رسول اله ﷺ: ان الدین النصیحة ان الدین النصیحة ان الدین النصیحة قالوا: لمن؟ یا رسول الله! قال: لله و کتابه و رسوله و ائمة المؤمنین و عامتهم أو ائمة المسلمین و عامتهم.

قال العلامة خلیل احمد السهار نفوری رحمه الله تعالیٰ: قال الخطابی رحمه الله تعالیٰ: فمعنی نصیحة الله تعالیٰ صحة الاعتقاد بوحدانیتة و اخلاص النیة فی عبادته و النصیحة لکتاب الله الایمان به و العمل بما فیه و النصیحة لرسول الله ﷺ التصدیق لنبوته و بذل الطاعة له فیما أمربه و نهی عنه و النصیحة لائمة المؤمنین أن یطیعهم فی الحق و ان لایری الخروج علیهم بالسیف اذا جاروا و النصیحة لعامة المسلمین ارشادهم الی مصالحهم (بذل المجهود ۵/۲۶۶)

﴿۱۸﴾ قال العلامَة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ: وَ أَمَّا مَا یَصِیرُ بِهِ قَابِضًا حَقِیقَةً فَفِی التَّجرِیدِ تَسلِیمُ المَبِیعِ أَن یُخَلِّیَ بَینَهُ وَ بَینَ المَبِیعِ عَلَی وَجهٍ یَتَمَکَّنُ مِن قَبضِهِ بِغَیرِ حَائِلٍ وَ کَذَا تَسلِیمُ الثَّمَنِ وَ فِی الأَجنَاسِ یُعتَبَرُ فِی صِحَّةِ التَّسلِیمِ ثَلاثَةُ مَعَانٍ أَن یَقُولَ خَلَّیتُ بَینَکَ وَ بَینَ المَبِیعِ وَ أَن یَکُونَ بِحَضرَةِ المُشتَرِی عَلَی صِفَةٍ یَتَأَتَّی فِیهِ الفِعلُ مِن غَیرِ مَانِعٍ وَ أَن یَکُونَ مُفرَزًا غَیرَ مَشغُولٍ بِحَقِّ غَیرِہ.

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: قوله: (و أما ما يصير به قابضاً حقيقة) فيه نظر و الظاهر أن يقول حكماً بدل حقيقة لأن حقيقة القبض التسليم باليد و التخلية المذكورة ليست كذلک بل غايتها التمكن من حقيقة القبض.

(البحر الرائق مع منحة الخالق ۵ /۵۱۵)

قال ملک العلماء الكاسانی رحمه الله تعالیٰ: وَ أَمَّا تَفسِيرُ التَّسلِيمِ وَ القَبضِ فَالتَّسلِيمُ وَ القَبضُ عِندَنَا هُوَ التَّخلِيَةُ وَ التَّخَلِّی وَ هُوَ أَن يُخَلِّیَ اَلبَائِعُ بَينَ المَبِيعِ وَ بَينَ المُشتَرِی بِرَفعِ الحَائِلِ بَينَهُمَا عَلَی وَجهٍ يَتَمَكَّنُ المُشتَرِی مِن التَّصَرُّفِ فِيهِ فَيُجعَلُ اَلبَائِعُ مُسَلِّمًا لِلمَبِيعِ وَ المُشتَرِی قَابِضًا لَهُ، ثُمَّ لا خِلَافَ بَينَ أَصحَابِنَا فِی أَنَّ أَصلَ القَبضِ يَحصُلُ بِالتَّخلِيَةِ فِی سَائِرِ الأَموَالِ وَ اختَلَفُوا فِی أَنَّهَا هَل هِیَ قَبضٌ تَامٌّ فِيهَا أَم لَا وَ جُملَةُ الكَلَامِ فِيهِ أَنَّ المَبِيعَ لَا يَخلُو إِمَّا أَن يَكُونَ مِمَّا لَهُ مِثلٌ وَ إِمَّا أَن يَكُونَ مِمَّا لَا مِثلَ لَهُ فَإِن كَانَ مِمَّا لَا مِثلَ لَهُ مِن المَذرُوعَاتِ وَ المَعدُودَاتِ المُتَفَاوِتَةِ فَالتَّخلِيَةُ فِيهَا قَبضٌ تَامٌّ بِلَا خِلَافٍ حَتَّی لَو اشتَرَی مَذرُوعًا مُذَارَعَةً أَو مَعدُودًا مُعَادَدَةً وَ وُجِدَت التَّخلِيَةُ يَخرُجُ عَن ضَمَانِ البَائِعِ وَ يَجُوزُ لَهُ بَيعُهُ وَ الِانتِفَاعُ بِهِ قَبلَ الذَّرعِ وَ العَدِّ بِلَا خِلَافٍ وَ إِن كَانَ مِمَّا لَهُ مِثلٌ فَإِن بَاعَهُ مُجَازَفَةً فَكَذَلِکَ؛ لِأَنَّهُ لَا يُعتَبَرُ مَعرِفَةُ القَدرِ فِی بَيعِ المُجَازَفَةِ وَ إِن بَاعَ مُكَايَلَةً أَو مُوَازَنَةً فِی المَكِيلِ وَ المَوزُونِ وَ خَلَّی فَلَا خِلَافَ فِی أَنَّ المَبِيعَ يَخرُجُ عَن ضَمَانِ البَائِعِ وَ يَدخُلُ فِی ضَمَانِ المُشتَرِی حَتَّی لَو هَلَکَ بَعدَ التَّخلِيَةِ قَبلَ الكَيلِ وَ الوَزنِ يُهلَکُ عَلَی المُشتَرِی. وَ كَذَا لَا خِلَافَ فِی أَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِلمُشتَرِی بَيعُهُ وَ الِانتِفَاعُ بِهِ قَبلَ الكَيلِ وَ الوَزنِ وَ كَذَا لَو اكتَالَهُ المُشتَرِی أَو اتَّزَنَهُ مِن بَائِعِهِ ثُمَّ بَاعَهُ مُكَايَلَةً أَو مُوَازَنَةً مِن غَيرِهِ لَم يَحِلَّ لِلمُشتَرِی مِنهُ أَن يَبِيعَهُ أَو يَمتَنِعَ بِهِ حَتَّی يَكِيلَهُ أَو يَزِنَهُ وَ لَا يُكتَفَی بِاكتِيَالِ البَائِعِ أَو اتِّزَانِهِ مِن بَائِعِهِ وَ إِن كَانَ ذَلِکَ بِحَضرَةِ هَذَا المُشتَرِی لِمَا رُوِیَ عَن رَسُولِ ﷺ أَنَّهُ نَهَی عَن بَيعِ الطَّعَامِ حَتَّی يُجرَی فِيهِ صَاعَانِ صَاعُ البَائِعِ وَ صَاعُ المُشتَرِی. وَ رُوِیَ أَنَّهُ

عَلَيهِ الصَّلاةُ وَ السَّلامُ نَهى عَن بَيعِ الطَّعَامِ حَتَّى يُكَالَ. لَكِن اختَلَفُوا فِي أَنَّ حُرمَةَ التَّصَرُّفِ قَبلَ الكَيلِ أَو الوَزنِ لِانعِدَامِ القَبضِ بِانعِدَامِ الكَيلِ أَو الوَزنِ أَو شَرعًا غَيرَ مَعقُولِ المَعنَى مَعَ حُصُولِ القَبضِ بِتَمَامِهِ بِالتَّخلِيَةِ قَالَ بَعضُ مَشَايِخِنَا: إِنَّهَا تَثبُتُ شَرعًا غَيرَ مَعقُولِ المَعنَى وَ قَالَ بَعضُهُم: الحُرمَةُ لِمَكَانِ انعِدَامِ القَبضِ عَلَى التَّمَامِ بِالكَيلِ أَو الوَزنِ وَ كَمَا لَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي المَبِيعِ المَنقُولِ بِدُونِ قَبضِهِ أَصلًا لَا يَجُوزُ بِدُونِ قَبضِهِ بِتَمَامِهِ وَ أَمَّا المَعدُودَاتُ المُتَقَارِبَةُ إِذَا بِيعَت عَدَدًا لَا جُزَافًا فَحُكمُهَا حُكمُ المَكِيلَاتِ وَ المَوزُونَاتِ عِندَ أَبِي حَنِيفَةَ حَتَّى لَا يَجُوزَ بَيعُهَا إِلَّا بَعدَ العَدِّ هذا اذا كان المبيع فى يد البائع وقت البيع.

(بدائع الصنائع ۴/۴۹۸: ۴۹۹، ط : رشيديه جديد)

قال العلامَةالحصكفى رحمه الله تعالىٰ: ثم التسليم يكون بالتخلية على وجه يتمكن من القبض بلا مانع و لا حائل و شرط فى الاجناس شرطا ثالثا و هو أن يقول: خليت بينك و بين المبيع .... الخ

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قَولُهُ: (عَلَى وَجهٍ يَتَمَكَّنُ مِن القَبضِ) .... وَ حَاصِلُهُ: أَنَّ التَّخلِيَةَ قَبضٌ حُكمًا لَو مَعَ القُدرَةِ عَلَيهِ بِلَا كُلفَةٍ لَكِنَّ ذَلِكَ يَختَلِفُ بِحَسَبِ حَالِ المَبِيعِ فَفِي نَحوِ حِنطَةٍ فِي بَيتٍ مَثَلًا فَدَفعُ المِفتَاحِ إِذَا أَمكَنَهُ الفَتحُ بِلَا كُلفَةٍ قَبضٌ ..... قَولُهُ: (بِلَا مَانِعٍ) بِأَن يَكُونَ مُفرَزًا غَيرَ مَشغُولٍ بِحَقِّ غَيرِهِ ..... قَولُهُ: (وَلَا حَائِل) بِأَن يَكُونَ فِي حَضرَتِه ..... قَولُهُ: (أَن يَقُولَ خَلَّيتُ إِلَخ) الظَّاهِرُ أَن المُرَادَ بِهِ الإِذنُ بِالقَبضِ لَا خُصُوصُ لَفظِ التَّخلِيَةِ (ردالمحتار ۷/ ۹۵: ۹۷،ط : رشيديه)

قال العلامة محمود بن احمد بن عبدالعزيز رحمه الله تعالىٰ: و تسليم المبيع: هو أن يخلى بين المبيع و بين المشترى على وجه يتمكن المشترى من قبضه من غير حائل (المحيط البرهانى ۹/ ۲۳۹)

﴿۱۹﴾ حوالہ جات اصل جواب کے تحت مذکور ہیں۔

﴿۲۰، ۲۱﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ: قوله: (لا بیع المنقول) أی لایصح لنهیه ﷺ عن بیع ما لم یقبض (البحر الرائق ۶/۱۹۳)

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ: و منها القبض فی بیع المشتری المنقول فلا یصح بیعه قبل القبض (بدائع الصنائع ۴/۳۹۴)

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: (لا) یصح اتفاقاً ...... (بیع منقول) قبل قبضه.

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ : و لا یصح بیع منقول الخ ...... (الشامیة ۷/۳۸۴)

﴿۲۲. ۲۳﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ تحت قوله : (أمر كَفِيلَهُ بِبَيعِ العِينَة) أَى بَيعِ العَينِ بِالرِّبحِ نَسِيئَةً ..... وَ هُوَ مَكرُوهٌ أَى عِندَ مُحَمَّدٍ وَ بِهِ جَزَمَ فِى الهِدَايَةِ .قَالَ فِى الفَتحِ: وَ قَالَ أَبُو يُوسُفَ: لا يُكرَهُ هَذَا البَيعُ؛ لِأَنَّهُ فَعَلَهُ كَثِيرٌ مِن الصَّحَابَةِ وَ حُمِدُوا عَلَى ذَلِکَ وَ لَم يَعُدُّوهُ مِن الرِّبَا حَتَّى لَو بَاعَ كَاغِدَةً بِأَلفٍ يَجُوزُ وَ لا يُكرَهُ. وَ قَالَ مُحَمَّدٌ : هَذَا البَيعُ فِى قَلبِى كَأَمثَالِ الجِبَالِ ذَمِيمٌ اختَرَعَهُ أَكَلَةُ الرِّبَا وَ قَد ذَمَّهُم رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِذَا تَبَايَعتُم بِالعِينَةِ وَ اتَّبَعتُم أَذنَابَ البَقَرِ ذَلَلتُم وَ ظَهَرَ عَلَيكُم عَدُوُّكُم أَى اشتَغَلتُم بِالحَرثِ عَن الجِهَادِ. وَ فِى رِوَايَةٍ سُلِّطَ عَلَيكُم شِرَارُكُم فَيَدعُوا خِيَارُكُم فَلَا يُستَجَابُ لَكُم وَ قِيلَ إِيَّاکَ وَ العِينَةَ فَإِنَّهَا اللَّعِينَةُ. ثُمَّ قَالَ فِى الفَتحِ مَا حَاصِلُهُ: إِنَّ الَّذِى يَقَعُ فِى قَلبِى أَنَّهُ إِن فُعِلَت صُورَةٌ يَعُودُ فِيهَا إِلَى البَائِعِ جَمِيعُ مَا أَخرَجَهُ أَو بَعضُهُ كَعَودِ الثَّوبِ إِلَيهِ فِى الصُّورَةِ المَارَّةِ وَ كَعَودِ الخَمسَةِ فِى صُورَةِ إِقرَاضِ الخَمسَةَ عَشَرَ فَيُكرَهُ يَعنِى تَحرِيمًا فَإِن لَم يَعُد كَمَا إِذَا بَاعَهُ المَديُونُ فِى السُّوقِ فَلَا كَرَاهَةَ فِيهِ بَل خِلَافُ الأَولَى فَإِنَّ الأَجَلَ قَابَلَهُ قِسطٌ مِن الثَّمَنِ وَ القَرضُ غَيرُ وَاجِبٍ عَلَيهِ دَائِمًا بَل هُوَ مَندُوبٌ وَ مَا لَم تَرجِع إِلَيهِ العَينُ الَّتِى خَرَجَت مِنهُ لا يُسَمَّى بَيعَ

العِينَةِ؛ لِأَنَّهُ مِن العَينِ المُستَرجَعَةِ لا العَينِ مُطلَقًا وَ إِلَّا فَكُلُّ بَيعٍ بَيعُ العِينَةِ اهـ وَ أَقَرَّهُ فِى البَحرِ وَ النَّهرِ و الشرنبلالية وَ هُوَ ظَاهِرٌ وَ جَعَلَهُ السَّيِّدُ أَبُو السُّعُودِ مَحمَلَ قَولِ أَبِى يُوسُفَ وَ حَمَلَ قَولَ مُحَمَّدٍ وَ الحَدِيثَ عَلَى صُورَةِ العَودِ.

(ردالمحتار ۶۵۵/۷)

قال العلامَة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وَ المُرَادُ بِقَولِهِ تَعَيَّن عَلَيْهِ حَرِيرًا اشتَرِ حَرِيرًا بِطَرِيقِ العِينَةِ وَ مَا لَم تَرجِع إِلَيهِ العَينُ الَّتِى خَرَجَت مِنهُ لا يُسَمَّى بَيعَ العِينَةِ؛ لِأَنَّهُ مِن العَينِ المُستَرجَعَةِ لا العَينِ مُطلَقًا وَ إِلَّا فَكُلُّ بَيعٍ بَيعُ العِينَةِ وَ فِى البِنَايَةِ أَنَّ الكَرَاهَةَ فِى هَذَا البَيعِ حَصَلَت مِن المَجمُوعِ فَإِنَّ الإِعرَاضَ عَن الإِقرَاضِ لَيسَ بِمَكرُوهٍ وَ البُخلُ الحَاصِلُ مِن طَلَبِ الرِّبحِ فِى التِّجَارَاتِ كَذٰلِکَ وَ إِلَّا لَكَانَت المُرَابَحَةُ مَكرُوهَةً (البحر الرائق ۳۹۱/۶)

﴿۲۴﴾ قال العلامَة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وَ لَا يُسَعِّرُ السُّلطَانُ إِلَّا أَن يَتَعَدَّى أَربَابُ الطَّعَامِ عَن القِيمَةِ تَعَدِّيًا فَاحِشًا لِقَولِهِ عَلَيهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ: لَا تُسَعِّرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ المُسَعِّرُ القَابِضُ البَاسِطُ الرَّازِقُ وَ لِأَنَّ الثَّمَنَ حَقُّ البَائِعِ وَ كَانَ إِلَيهِ تَقدِيرُهُ فَلَا يَنبَغِى لِلإِمَامِ أَن يَتَعَرَّضَ لِحَقِّهِ إِلَّا إِذَا كَانَ أَربَابُ الطَّعَامِ يَحتَكِرُونَ عَلَى المُسلِمِينَ وَ يَتَعَدَّونَ فِى القِيمَةِ تَعَدِّيًا فَاحِشًا وَ عَجزَ السُّلطَانُ عَن مَنعِهِ إِلَّا بِالتَّسعِيرِ بِمُشَاوَرَةِ أَهلِ الرَّأىِ وَ النَّظَرِ فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِکَ عَلَى رَجُلٍ فَتَعَدَّى وَ بَاعَ بِثَمَنٍ فَوقَهُ أَجَازَهُ القَاضِى وَ هَذَا لَا يُشكِلُ عَلَى قَولِ الإِمَامِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَرَى الحَجرَ عَلَى الحُرِّ وَ كَذَا عِندَهُمَا إِلَّا أَن يَكُونَ الحَجرُ عَلَى قَومٍ بِأَعيَانِهِم وَ يَنبَغِى لِلقَاضِى وَ لِلسُّلطَانِ أَن لَا يُعَجِّلَ بِعُقُوبَةِ مَن بَاعَ فَوقَ مَا سَعَّرَ بَل يَعِظُهُ وَ يَزجُرُهُ وَ إِن رُفِعَ إِلَيهِ ثَانِيًا فَعَلَ بِهِ كَذٰلِکَ وَ هَدَّدَهُ وَ إِن رُفِعَ إِلَيهِ ثَالِثًا حَبَسَهُ وَ عَزَّرَهُ حَتَّى يَمتَنِعَ عَنهُ وَ يَمتَنِعَ الضَّرَرُ عَن النَّاسِ وَ فِى العَتَّابِيِّ: وَ لَو بَاعَ شَيأً بِثَمَنٍ زَائِدٍ عَلَى مَا قَدَّرَهُ الإِمَامُ فَلَيسَ عَلَى الإِمَامِ أَن يَنقُضَهُ وَ الغَبنُ الفَاحِشُ هُوَ أَن يَبِيعَهُ بِضِعفِ

قِيـمَتِهِ وَ إِذَا امتَنَعَ أَربَابُ الطَّعَامِ عَن بَيعِهِ لَا يَبِيعُهُ القَاضِى أَو السُّلطَانُ عِندَ الإِمَامِ وَ عِـنـدَهُـمَـا يَبِيعُ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ لَا يَرَى الحَجرَ عَلَى الحُرِّ البَالِغِ العَاقِلِ وَ هُمَا يَرَيَانِهِ. امتَـنَـعَ الـمُـحتَـكِـرُ مِن بَيعِ الطَّعَامِ لِلإِمَامِ أَن يَبِيعَهُ عَلَيهِ عِندَهُم جَمِيعًا عَلَى مَسأَلَةِ الـحَـجـرِ وَ قِيـلَ يَبِيـعُ بِـالإِجـمَـاعِ ؛ لِأَنَّهُ اجتَمَعَ ضَرَرٌ عَامٌّ الطَّعَامِ يَبِيعُهُ الإِمَامُ عَلَيهِ عِـنـدَهُـم جَـمِيـعًا. وَ مَن بَاعَ مِنهُم بِمَا قَدَّرَهُ الإِمَامُ صَحَّ لِأَنَّهُ غَيرُ مُكرَهٍ عَلَى البَيعِ كَذَا فِى الهِدَايَةِ وَ فِى المُحِيطِ إِن كَانَ البَائِعُ يَخَافُ إِذَا زَادَ فِى الثَّمَنِ عَلَى مَا قَدَّرَهُ أَو نَقَصَ فِى البَيعِ يَضُرُّ بِهِ الإِمَامُ أَو مَن يَقُومُ مَقَامَهُ لَا يَحِلُّ لِلمُشتَرِى ذَلِكَ ؛ لِأَنَّهُ فِى مَعنَى المُكرَهِ وَ الحِيلَةُ فِى ذَلِكَ أَن يَقُولَ تَبِيعُنِى بِمَا تُحِبُّ.

(البحرالرائق ۸/ ۳۷۰)

قـال الـعـلامَة الـحـصكفى رحمه الله تعالىٰ: (و لا يسـعـر حـاكـم) لـقـوله عليه الصلاة و السـلام: لا تسعروا فإن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، إلا إذا تـعـدى الأربـاب عـن الـقـيـمـة تـعـديـا فـاحشا فيسعر بمشورة أهل الرأى، و قال مـالـك: على الوالى التسعير عام الغلاء و فى الاختيار: ثم إذا سعر و خاف البَائِعِ ضرب الامام لو نقص لا يحل للمشترى و حيلته أن يقول له بعنى بما تحب.

قـال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قَولُهُ: (وَ لَا يُسَعِّرُ حَاكِمٌ) أَى يُكرَهُ ذَلِكَ كَـمَـا فِى المُلتَقَى وَ غَيرِهِ ..... قَولُهُ: (تَعَدِّيًا فَاحِشًا) ..... بَيَّنَهُ الزَّيلَعِيُّ وَ غَيـرُهُ بِـالبَـيـعِ بِـضِـعفِ الـقِـيـمَـةِ ط قَولُهُ: (بِمَا تَجِبُ) فَحِينَئِذٍ بِأَىِّ شَىءٍ بَاعَهُ يَحِلُّ زَيـلَـعِـيٌّ. وَ ظَـاهِـرُهُ أَنَّهُ لَو بَاعَهُ بِأَكثَرَ يَحِلُّ وَ يَنفُذُ البَيعُ وَ لَا يُنَافِى ذَلِكَ مَا ذَكَرَهُ الـزَّيـلَـعِـيُّ وَ غَيرُهُ مِن أَنَّهُ لَو تَعَدَّى رَجُلٌ وَ بَاعَ بِأَكثَرَ أَجَازَهُ الـقَاضِى لِأَنَّ المُرَادَ أَنَّ الـقَـاضِـىَ يُـمضِيهِ وَ لَا يَفسَخُهُ وَ لِذَا قَالَ القُهُستَانِىُّ: جَازَ وَ أَمضَاهُ القَاضِى خِلَافًا لِمَا فَهِمَهُ أَبُو السُّعُودِ مِن أَنَّهُ لَا يَنفُذُ مَا لَم يُجِزهُ القَاضِى (ردالمحتار ۹ /۶۵۹، ط : رشيديه)

﴿۲۵﴾ تفصیل اصل جواب کے تحت موجود ہے۔

﴿۲۶﴾ قال العلامَة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وَ فِى الأَجنَاسِ يُعتَبَرُ فِى صِحَّةِ التَّسلِيمِ ثَلاثَةُ مَعَانٍ أَن يَقُولَ خَلَّيت بَينَك وَ بَينَ المَبِيعِ وَ أَن يَكُونَ بِحَضرَةِ المُشتَرِى عَلَى صِفَةٍ يَتَأَتَّى فِيهِ الفِعلُ مِن غَيرِ مَانِعٍ وَ أَن يَكُونَ مُفرَزًا غَيرَ مَشغُولٍ بِحَقِّ غَيرِه. فَلَو كَانَ المَبِيعُ شَاغِلًا كَالحِنطَةِ فِى جَوَالِقِ البَائِعِ لَم يَمنَعهُ ..... وَ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ القَبضُ أَن يَقُولَ خَلَّيت بَينَك وَ بَينَ المَبِيعِ فَاقبِضهُ وَ يَقُولُ المُشتَرِى وَ هُوَ عِندَ البَائِعِ قَبَضته ..... وَ فِى الثَّوبِ إن أَخَذَهُ بِيَدِهِ أَو خَلَّى بَينَهُ وَ بَينَهُ وَ هُوَ مَوضُوعٌ عَلَى الأَرض فَقَالَ: خَلَّيتُ بَينَك وَ بَينَهُ فَاقبِضهُ فَقَالَ قَبَضتُهُ فَهُوَ قَبضٌ (البحرالرائق ۵/۵۱۵)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : وَحَاصِلُهُ : أَنَّ التَّخلِيَةَ قَبضٌ حُكمًا لَو مَعَ القُدرَةِ عَلَيهِ بِلَا كُلفَةٍ لَكِنَّ ذَلِكَ يَختَلِفُ بِحَسَبِ حَالِ المَبِيعِ ....وَفِى نَحوِ ثَوبٍ فَكَونُهُ بِحَيثُ لَو مَدَّ يَدَهُ تَصِلُ إلَيهِ قَبضٌ .(ردالمحتار ۷/۹۶)

فی الهندية : وتسليم المبيع هو أن يخلی بين المبيع وبين المشتری علی وجه يتمكن المشتری من قبضه بغير حائل...... و اجمعوا علی أن التخلية فی البيع الجائز تكون قبضاً...... والتخلية فی بيت البائع صحيحة عند محمد رحمه الله تعالىٰ ......وعليه الفتوىٰ.(الهندية ۳/۱۶)

قال شمس الائمه الحلوانی رحمه الله تعالىٰ ذكر فی النوازل أن الرجل باع ضيعة وخلىٰ بينها وبين المشتری ان كان يقرب من الضيعة يصير المشتری قابضاً وان كان يبعد عنها لا يصير قابضاً.(خلاصة الفتاوىٰ ۳/۸۹)

﴿۲۷،۲۸﴾ وفی الهندية : الاجارة تنتقض بالاعذار عندنا وذلك علی وجوه اما ان يكون من قبل احد العاقدين او من قبل المعقود عليه واذا تحقق العذر ذكر فی بعض الروايات أن الاجارة لاتنتقض وفی بعضها تنتقض ومشايخنا وفقوافقالوا ان كانت الاجارة لغرض ولم يبق ذلك الغرض او كان عذر يمنعه

من الجرى على موجب العقد شرعا تنتقض الاجارة من غير نقض.

(الهندية ۴/۴۵۷ ط: رشیدیه)

﴿۲۹﴾قال العلامةالزيلعي رحمه الله :قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ (وَالمَتَاعُ فِي يَدِهِ غَيرُ مَضمُونٍ بِالهَلَاكِ) سَوَاءٌ هَلَكَ بِسَبَبٍ يُمكِنُ التَّحَرُّزُ عَنهُ كَالسَّرِقَةِ أَو بِمَا لَا يُمكِنُ كَالحَرِيقِ الغَالِبِ وَالغَارَةِ المُكَابِرَةِ وَهَذَا عِندَ أَبِي حَنِيفَةَ وَزُفَرَ وَالحَسَنِ بنِ زِيَادٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ القِيَاسُ وَقَالَا يَضمَنُ إلَّا إذَا هَلَكَ بِأَمرٍ لَا يُمكِنُ التَّحَرُّزُ عَنهُ ؛ لِأَنَّ عُمَرَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا كَانَا يُضَمِّنَانِ الأَجِيرَ المُشتَرَكَ فِي العَقدِ............ وَبِقَولِهِمَا يُفتَى اليَومَ لِتَغَيُّرِ أَحوَالِ النَّاسِ وَبِهِ تَحصُلُ صِيَانَةُ أَموَالِهِم وَإِن شَرَطَ الضَّمَانَ عَلَى الأَجِيرِ المُشتَرَكِ فِي العَقدِ فَإِن شَرَطَ عَلَيهِ فِيمَا لَا يُمكِنُ الِاحتِرَازُ عَنهُ لَا يَجُوزُ بِالإِجمَاعِ ؛ لِأَنَّهُ شَرطٌ لَا يَقتَضِيهِ العَقدُ وَفِيهِ مَنفَعَةٌ لِأَحَدِهِمَا فَفَسَدَت وَإِن شَرَطَ عَلَيهِ فِيمَا يُمكِنُ الِاحتِرَازُ عَنهُ فَعَلَى الخِلَافِ فَعِندَهُمَا يَجُوزُ ؛ لِأَنَّهُ يَقتَضِيهِ العَقدُ عِندَهُمَا وَعِندَهُ يَفسُدُ ؛ لِأَنَّ العَقدَ لَا يَقتَضِيهِ فَيَكُونُ اشتِرَاطُهُ فِيهِ مُفسِدًا.(تبيين الحقائق ۶/۱۳۷ : ۱۳۹)

وفي الهندية : حكم الاجير المشترك أن ماهلك في يده من غير صنعه فلا ضمان عليه في قول ابي حنيفة رحمه الله تعالىٰ وهو قول زفر والحسن وأنه قياس سواء هلك بامر يمكن التحرزعنه كالسرقة والغصب أو أمر لايمكن التحر زعنه كالحرة الغالب والغارة الغالبة والمكابرة : وقال ابو يوسف و محمد رحمهما الله تعالىٰ ان هلك بأمر يمكن التحرز عنه فهو ضامن وان هلك بأمر لا يمكن التحرزعنه فلا ضمان ....وبقولهما يفتى اليوم لتغير احوال الناس وبه يحصل صيانة أموالهم .... وفي خلاصة الخانية فان شرط عليه الضمان في العقد ان شرط عليه ضمان ماهلك في يده بسبب لا يمكن الاحتراز عنه كالموت فسدت الاجارة في قولهم وان شرط عليه ضمان ماهلك في يده

بسبب یمکن الاحتراز عنه کالسرقة ونحوها فکذلک عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ وعندهما یصح الشرط والعقد کذا فی التتار خانیه.

(الفتاوی الهندیة ۴/۵۰۰،ط رشیدیه)

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: قَولُهُ (وَلا یَضمَنُ إلَخ) اعلَم أَنَّ الهَلاکَ إمَّا بِفِعلِ الأَجِیرِ أَو لَا وَالأَوَّلُ إمَّا بِالتَّعَدِّی أَو لَا. وَالثَّانِی إمَّا أَن یُمکِنَ الِاحتِرَازُ عَنهُ أَو لَا فَفِی الأَوَّلِ بِقِسمَیهِ یَضمَنُ اتِّفَاقًا. وَفِی ثَانِی الثَّانِی لَا یَضمَنُ اتِّفَاقًا وَفِی أَوَّلِهِ لَا یَضمَنُ عِندَ الإِمَامِ مُطلَقًا وَیَضمَنُ عِندَهُمَا مُطلَقًا. وَأَفتَی المُتَأَخِّرُونَ بِالصُّلحِ عَلَی نِصفِ القِیمَةِ مُطلَقًا وَقِیلَ إن مُصلِحًا لَا یَضمَنُ وَإِن غَیرَ مُصلِحٍ ضَمِنَ وَإِن مَستُورًا فَالصُّلحُ اهـ ح وَالمُرَادُ بِالإِطلَاقِ فِی المَوضِعَینِ المُصلِحُ وَغَیرُهُ. وَفِی البَدَائِعِ: لَا یَضمَنُ عِندَهُ مَا هَلَکَ بِغَیرِ صُنعِهِ قَبلَ العَمَلِ أَو بَعدَهُ؛ لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ فِی یَدِهِ وَهُوَ القِیَاسُ. وَقَالَا یَضمَنُ إلَّا مِن حَرقٍ غَالِبٍ أَو لُصُوصٍ مُکَابِرِینَ وَهُوَ استِحسَانٌ اهـ. قَالَ فِی الخَیرِیَّةِ: فَهَذِهِ أَربَعَةُ أَقوَالٍ کُلُّهَا مُصَحَّحَةٌ مُفتًی بِهَا وَمَا أَحسَنَ التَّفصِیلِ الأَخِیرِ وَالأَوَّلُ قَولُ أَبِی حَنِیفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَی. وَقَالَ بَعضُهُم: قَولُ أَبِی حَنِیفَةَ قَولُ عَطَاءٍ وَطَاوُسٍ وَهُمَا مِن کِبَارِ التَّابِعِینَ وَقَولُهُمَا قَولُ عُمَرَ وَعَلِیٍّ وَبِهِ یُفتَی احتِشَامًا لِعُمَرَ وَعَلِیٍّ وصِیَانَةً لِأَموَالِ النَّاسِ وَاَللَّهُ أَعلَم وَفِی التَّبیِینِ: وَبِقَولِهِمَا یُفتَی لِتَغَیُّرِ أَحوَالِ النَّاسِ وَبِهِ یَحصُلُ صِیَانَةُ أَموَالِهِم المَعقُودِ عَلَیهِ وَهُوَ المَنفَعَةُ مَضمُونَةً بِأَجرِ المِثلِ اهـ

(ردالمحتار ۹/۱۰۹:۱۱۰)

﴿۳۰﴾قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله: وَمِنهَا القَبضُ فِی بَیعِ المُشتَرِی المَنقُولَ فَلَا یَصِحُّ بَیعُهُ قَبلَ القَبضِ؛ لِمَا رُوِیَ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ نَهَی عَن بَیعِ مَا لَم یُقبَض وَالنَّهیُ یُوجِبُ فَسَادَ المَنهِیِّ؛ وَلِأَنَّهُ بَیعٌ فِیهِ غَرَرُ الِانفِسَاخِ بِهَلَاکِ المَعقُودِ عَلَیهِ؛ لِأَنَّهُ إذَا هَلَکَ

الـمَـعـقُـودُ عَـلَيـهِ قَبلَ القَبضِ يَبطُلُ البَيعُ الأَوَّلُ فَينفَسِخُ الثَّانِى ؛ لِأَنَّهُ بَنَاهُ عَلَى الأَوَّلِ وَقَـد نَهَـى رَسُـولُ الـلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَن بَيعٍ فِيهِ غَرَرٌ وَسَوَاءٌ بَـاعَـهُ مِـن غَيرِ بَائِعِهِ أَو مِن بَائِعِهِ ؛ لِأَنَّ النَّهىَ مُطلَقٌ لَا يُوجِبُ الفَصلَ بَينَ البَيعِ مِن غَيرِ بَائِعِهِ وَبَينَ البَيعِ مِن بَائِعِهِ (بدائع الصنائع ۳۹۴/۴ ط: رشیدیه جدید)

قـال الامـام قـاضـی خان رحمه الله تعالیٰ وحيلة أخرى أن يبيع المقرض من الـمستـقـرض سـلـعة بثـمـن مـؤجـل ويـد فـع السـلعة الـى المستقـرض ثم ان الـمستـقرض يبيعها من غيره بأقل مما اشتریٰ ثم ذلک الغير يبيعها من المقرض بـمـا اشـتـریٰ لتـصـل الـسـلـعة اليه بعينها ويأخذ الثمن ويد فعها الى المستقرض فيـصل المستقرض الى القرض ويحصل الربح للمقرض. وهذه الحيلة هى العينة التى ذكرها محمد رحمه الله تعالیٰ .(الخانية على هامش الهندية ۲۷۹/۲ ط : رشيديه)

﴿۳۱، ۳۲﴾ قـال الامـام الـمـرغيناني رحمه الله تعالیٰ : ومن اشتریٰ عشرة اذرع مـن مـائة ذراع من دار اوحمام فالبيع فاسد عند ابى حنيفة رحمه الله تعالیٰ وقالا : هو جائز، وان اشتریٰ عشرة اسهم من مائة سهم جاز فى قولهم جميعاً.

قــال الـمـحـقـق ابـن الهـمــام رحـمــه الـلـه تعـالى :وَمَبنَى الخِلَافِ عَلَى أَنَّ المُؤَدَّى عشـرة أَذرُعٍ مِـن مـائَةِ ذِرَاعٍ مُـعَيَّـنٌ أَوشـائِـعٌ فَـعِـنـدَهُمَا شائِعٌ كَأَنَّهُ بَاعَ عُشـرمـائة وَبَيعُ الشَّائعِ جَائزٌ اتِّفَاقًا كَمَا فِى بَيعِ عَشرَةِ أَسهُمٍ مِن مِائَةِ سَهمٍ وَعِندَهُ مؤّاداة قَـدرٍ مُعَيَّـنٍ وَالـجَـوَانِـبُ مُـختَلِفَةُ الجودَةِ فَتَقَعُ المُنَازَعَةُ فِى تَعيِينِ مَكَانِ الـعَشَرَةِ فَفَسَدَ البَيعُ فَلَو اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ مُؤَدَّى عَشَرَةِ أَذرُعٍ مِن مِائَةٍ مِن هَذِهِ الدَّارِ شَـائِـعٌ لَـم يَـختَلِفُوا وَلَو اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ مُتَعَيِّنٌ لَم يَختَلِفُوا فَهُوَ نَظِيرُ اختِلَافِهِم فِى نِكَاحِ الصَّابِيةِ مَبنِيٌّ عَلَى أَنَّهُم يَعبُدُونَ الكَوَاكِبَ وَلَا كِتَابَ لَهُم أَو لَهُم كِتَابٌ فَلَو اتَّـفَـقُـوا عَـلَـى الثَّـانِـى اتَّـفَقُوا عَلَى جَوَازِهِ أَو عَلَى الأَوَّلِ اتَّفَقُوا عَلَى عَدَمِ الجَوَازِ وَقَـد يُـقَـالُ فَـائِـدَتُهُ لَا تَتَعَيَّنُ فِى ذَلِکَ لِجَوَازِ أَن يُرفَعَ بِهِ الفَسَادُ فَإِنَّ بَيعَ............

عَشَرَةِ أَذرُعٍ مِن ثوبٍ لا يَجُوزُ عَلَى قولِ أَبِى حَنِيفَةَ وَلا عَلَى قولِهِمَا عَلَى تَخرِيجِ طَائِفَةٍ مِن المَشَايِخِ وَعَلَى قَولِ آخَرِينَ يَجُوزُ لِأَنَّهَا جَهَالَةٌ بِيَدِهِمَا إزَالَتُهَا فَيُذرَعُ الكُلُّ فَيُعرَفُ نِسبَةُ العَشَرَةِ وَصُحِّحَ هَذَا بِنَاءً عَلَى مَا تَقَدَّمَ لَهُمَا مِن بَيعِ صُبرَةٍ لِجَوَازِ أَن يَكُونَ العَاقِدُ يَرَى الرَّأىَ الأَوَّلَ .وَلَمَّا وَضَعَ المَسأَلَةَ فِى الجَامِعِ فِى عَشَرَةِ أَذرُعٍ مِن مِائَةِ ذِرَاعٍ ظَهَرَ أَنَّ مَا قَالَ الخَصَّافُ مِن أَنَّ الفَسَادَ عِندَهُ فِيمَا إذَا لَم يُعرَف جُملَةُ الذُّرعَانِ ؛ وَأَمَّا إذَا عُرِفَ جُملَتُهَا فَالبَيعُ عِندَهُ صَحِيحٌ غيرُ وَاقِعٍ مِن جِهَةِ الرِّوَايَةِ وَكَذَا مِن جِهَةِ الدِّرَايَةِ فَإِنَّ الفَسَادَ عِندَهُ لِلجَهَالَةِ كَمَا قُلنَا وَبِمَعرِفَةِ قَدرِ جُملَةِ المَبِيعِ لَا تَنتَفِى الجَهَالَةُ عَن البَعضِ الَّذِى بِيعَ مِنهُ وَاختَلَفَ المَشَايِخُ عَلَى قَولِهِمَا فِيمَا إذَا بَاعَ ذِرَاعًا أَو عَشَرَةَ أَذرُعٍ مِن هَذِهِ الأَرضِ وَلَم يُسَمِّ جُملَتَهَا فَقِيلَ عَلَى قَولِهِمَا لا يَجُوزُ ؛ لِأَنَّ صِحَّتَهُ عَلَى قَولِهِمَا بِاعتِبَارِ أَنَّهُ جُزءٌ شَائِعٌ مَعلُومُ النِّسبَةِ مِن الكُلِّ وَذَلِكَ فَرعُ مَعرِفَةِ جُملَتِهَا وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَجُوزُ لِأَنَّهَا جَهَالَةٌ بِأَيدِيهِمَا إزَالَتُهَا بِأَن تُقَاسَ كُلُّهَا فَيُعرَفُ نِسبَةُ الذِّرَاعِ أَو العَشَرَةِ مِنهَا فَيُعلَمُ قَدرُ المَبِيعِ (فتح القدير ۶/ ۲۵۴،۲۵۵. ط: رشيديه جديد)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : وأما الثالث ،وهو شرائط الصحة فخمسة وعشرون منها عامة ومنها خاصة فالعامة لكل بيع شروط الانعقاد المارة لأن مالا ينعقد لا يصح، وعدم التوقيت، ومعلومية المبيع، ومعلومية الثمن بما يرفع المنازعة.(رد المحتار ۷/۱۴)

قال العلامة شمس الدين التمرتاشى رحمه الله تعالىٰ: فيصح استقراض الدراهم والدنانير وكذا ما يكال أو يوزن أو يعد متقاربا.(الدر المختار ۷/۴۰۷)

﴿۳۳﴾ اس کی عبارت سوال نمبر ۳۶ کی عبارت میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۳۴﴾ قال شيخ الاسلام السرخسى رحمه الله تعالىٰ: وَالشَّرِيكَانِ فِى العَمَلِ إذَا غَابَ أَحَدُهُمَا أَو مَرِضَ أَو لَم يَعمَل وَعَمِلَ الآخَرُ : فَالرِّبحُ بَينَهُمَا

عَلَى مَا اشتَرَطَا ؛ لِمَا رُوِيَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : أَنَا أَعمَلُ فِي السُّوقِ وَلِي شَرِيكٌ يُصَلِّي فِي المَسجِدِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ : لَعَلَّكَ بَرَكَتُكَ مِنهُ .وَالمَعنَى أَنَّ استِحقَاقَ الأَجرِ بِتَقَبُّلِ العَمَلِ دُونَ مُبَاشَرَتِهِ وَالتَّقَبُّلُ كَانَ مِنهُمَا وَإِن بَاشَرَ العَمَلَ أَحَدُهُمَا .أَلَا تَرَى أَنَّ المُضَارِبَ إِذَا استَعَانَ بِرَبِّ المَالِ فِي بَعضِ العَمَلِ كَانَ الرِّبحُ بَينَهُمَا عَلَى الشَّرطِ.أَوَلَا تَرَى أَنَّ الشَّرِيكَينِ فِي العَمَلِ يَستَوِيَانِ فِي الرِّبحِ وَهُمَا لَا يَستَطِيعَانِ أَن يَعمَلَا عَلَى وَجهٍ يَكُونَانِ فِيهِ سَوَاءً وَرُبَّمَا يُشتَرَطُ لِأَحَدِهِمَا زِيَادَةُ رِبحٍ لِحَذَاقَتِهِ وَإِن كَانَ الآخَرُ أَكثَرَ عَمَلًا مِنهُ فَكَذَلِكَ يَكُونُ الرِّبحُ بَينَهُمَا عَلَى الشَّرطِ مَا بَقِيَ العَقدُ بَينَهُمَا وَإِن كَانَ المُبَاشِرُ لِلعَمَلِ أَحَدُهُمَا وَيَستَوِي إِن امتَنَعَ الآخَرُ مِن العَمَلِ بِعُذرٍ أَو بِغَيرِ عُذرٍ ؛ لِأَنَّ العَقدَ لَا يَرتَفِعُ بِمُجَرَّدِ امتِنَاعِهِ مِن العَمَلِ وَاستِحقَاقُ الرِّبحِ بِالشَّرطِ فِي العَقدِ .(المبسوط ۱۱/۱۷۱)

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالی : وَأَمَّا عِندَنَا فَالرِّبحُ تَارَةً يُستَحَقُّ بِالمَالِ وَتَارَةً بِالعَمَلِ و تَارَةً بِالضَّمَانِ عَلَى مَا بَيَّنَّا وَسَوَاءٌ عَمِلَا جَمِيعًا أَو عَمِلَ أَحَدُهُمَا دُونَ آخَرِ فَالرِّبحُ بَينَهُمَا يَكُونُ عَلَى الشَّرطِ ؛ لِأَنَّ استِحقَاقَ الرِّبحِ فِي الشَّرِكَةِ بِالأَعمَالِ بِشَرطِ العَمَلِ لَا بِوُجُودِ العَمَلِ بِدَلِيلِ أَنَّ المُضَارِبَ إِذَا استَعَانَ بِرَبِّ المَالِ استَحَقَّ الرِّبحَ وَإِن لَم يُوجَد مِنهُ العَمَلُ ؛ لِوُجُودِ شَرطِ العَمَلِ عَلَيهِ.(بدائع الصنائع ۵/۸۳)

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالی : وَإِن عَمِلَ أَحَدُهُمَا دُونَ الآخَرِ بِأَن مَرِضَ أَو سَافَرَ أَو بَطَلَ فَالأَجرُ بَينَهُمَا عَلَى مَا شَرَطَا ؛ لِأَنَّ الأَجرَ فِي هَذِهِ الشَّرِكَةِ إِنَّمَا يُستَحَقُّ بِضَمَانِ العَمَلِ لَا بِالعَمَلِ لِأَنَّ العَمَلَ قَد يَكُونُ مِنهُ وَقَد يَكُونُ مِن غَيرِهِ كَالقَصَّارِ وَالخَيَّاطِ إِذَا استَعَانَ بِرَجُلٍ عَلَى القِصَارَةِ وَالخِيَاطَةِ أَنَّهُ يَستَحِقُّ الأَجرَ وَإِن لَم يَعمَل ؛ لِوُجُودِ ضَمَانِ العَمَلِ مِنهُ وَهَهُنَا شَرطُ العَمَلِ

عَلَيهِمَا فَإِذَا عَمِلَ أَحَدُهُمَا يَصِيرُ الشَّرِيكُ القَابِلُ عَامِلًا لِنَفسِهِ فِى النِّصفِ وَلِشَرِيكِهِ فِى النِّصفِ الآخَرِ وَيَجُوزُ شَرطُ التَّفَاضُلِ فِى الكَسبِ. (بدائع الصنائع ۵/۱۰۳)

﴿۳۵﴾ قال ملک العلماء الكاسانى رحمه الله تعالى : وَإِن كَانَ المَالَانِ مُتَفَاضِلَينِ وَشَرَطَا التَّسَاوِىَ فِى الرِّبحِ فَهُوَ عَلَى هَذَا الخِلَافِ أَنَّ ذَلِكَ جَائِزٌ عِندَ أَصحَابِنَا الثَّلَاثَةِ إِذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا وَكَانَ زِيَادَةُ الرِّبحِ لِأَحَدِهِمَا عَلَى قَدرِ رَأسِ مَالِهِ بِعَمَلِهِ وَأَنَّهُ جَائِزٌ وَعَلَى قَولِ زُفَرَ لَا يَجُوزُ وَلَا بُدَّ أَن يَكُونَ قَدرُ الرِّبحِ عَلَى قَدرِ رَأسِ المَالَينِ (بدائع الصنائع ۵/۸۳)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : اذا جاء أحدهما بألف درهم والآخر بألفين واشتركا على أن الربح بينهما نصفان والعمل عليهما فهو جائز ويصير صاحب الألف فى معنى الالف فى معنى المضارب الا أن معنى المضاربة تبع لمعنى الشركة والعبرة للأصل دون التبع فلا يضرهما اشتراط العمل عليهما الخ. (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۵/۲۹۲) كذا فى المبسوط (۱۱/۱۷۲)

﴿۳۳،۳۶﴾ قال العلامة محمد بن محمود البابرتى رحمه الله تعالىٰ : وَيَصِحُّ أَن يَتَسَاوَيَا فِى المَالِ وَيَتَفَاضَلَا فِى الرِّبحِ .وَجُملَةُ القَولِ فِى ذَلِكَ أَنَّهُمَا إِن شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا وَشَرَطَا التَّفَاوُتَ فِى الرِّبحِ مَعَ التَّسَاوِى فِى رَأسِ المَالِ جَازَ عِندَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ وَيَكُونُ الرِّبحُ بَينَهُمَا عَلَى مَا شُرِطَ وَإِن عَمِلَ أَحَدُهُمَا دُونَ الآخَرِ .وَأَمَّا إِذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَى أَحَدِهِمَا فَإِن شَرَطَا الرِّبحَ بَينَهُمَا عَلَى قَدرِ رَأسِ مَالِهِمَا جَازَ وَيَكُونُ مَالُ الَّذِى لَا عَمَلَ عَلَيهِ بِضَاعَةً عِندَ العَامِلِ لَهُ رِبحُهُ وَعَلَيهِ وَضِيعَتُهُ (العناية على هامش فتح القدير ۵/۳۹۷)

قال ملک العلماء الكاسانى رحمه الله تعالى :وَإِن كَانَ المَالَانِ مُتَسَاوِيَينِ فَشَرَطَا لِأَحَدِهِمَا فَضلًا عَلَى رِبحٍ يُنظَرُ إِن شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا جَمِيعًا جَازَ وَإِن شَرَطَا العَمَلَ عَلَى أَحَدِهِمَا فَإِن شَرطَاهُ عَلَى الَّذِى شَرَطَا لَهُ فَضلَ............

الرِّبحِ ؛ جَازَ وَالرِّبحُ بَينَهُمَا عَلَى الشَّرطِ فَيستَحِقُّ رِبحَ رَأسِ مَالِهِ بِمَالِهِ وَالفَضلَ بِعَمَلِهِ (بدائع الصنائع ۵/۸۳)

﴿۳۷،۳۸﴾ قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالی : إِذَا عُرِفَ هَذَا فَنَقُولُ : إِذَا شَرَطَا الرِّبحَ عَلَى قَدرِ المَالَينِ مُتَسَاوِيًا أَو مُتَفَاضِلًا فَلَا شَكَّ أَنَّهُ يَجُوزُ وَيَكُونُ الرِّبحُ بَينَهُمَا عَلَى الشَّرطِ سَوَاءٌ شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا أَو عَلَى أَحَدِهِمَا وَالوَضِيعَةُ عَلَى قَدرِ المَالَينِ مُتَسَاوِيًا وَمُتَفَاضِلًا ؛ لِأَنَّ الوَضِيعَةَ اسمٌ لِجُزءٍ هَالِكٍ مِن المَالِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدرِ المَالِ (بدائع الصنائع ۵/۸۳)

﴿۳۹﴾ قال الامام السرخسی رحمه الله تعالیٰ : وان اشترطا العمل علی صاحب الألفین لم تجز الشرکة لأن العامل شرط لصاحبه جزأ من ربح ماله من غیر أن یکون له فیه رأس مال أو عمل وذلک باطل فان استحقاق الربح باعتبار العمل والمال أو العمل أو الضمان ولم یوجد شئ من ذلک لصاحب الألف فی مال صاحب الألفین فکان اشتراطه جزأ من الربح له باطلا والربح بینهما علی قدر رؤوس أموالهما لأن العامل لم یطمع فی شئ من ربح مال صاحب الألفین حین لم یشترط شیئاً من ذلک لنفسه(المبسوط للامام السرخسی ۱۲/۱۷۲)

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالی : ولو شرطا الربح للدافع اکثر من رأس ماله لا یصح الشرط ویکون مال الدافع عند العامل بضاعة لکل واحد منهما ربح ماله والو ضیعة بینهما علی قدر رأس مالهما أبدا.(الشامیة ۶/۴۷۹)

﴿۴۰﴾ قال الامام السرخسی رحمه الله تعالی : (وإن اشترطا الربح نصفین والوضیعة علی رأس المال والعمل علیهما جاز ذلک) .... وکذلک إن اشترطا العمل علی صاحب الألف . ووجه الجواز هنا أبین لأن صاحب الألفین دفع إلیه ماله لیعمل فیه بسدس الربح فإن المشروط له نصف الربح ثلث الربح حصة رأس ماله وسدسه إلی تمام النصف یستحق من مال صاحبه بعمله فیه

واشتراط العمل على المضارب يصحح المضاربة ولا يبطلها فإن قيل : إذا كان يعمل هو فى شىء شريك فكيف يستوجب عوض عمله على شريكه قلنا : استحقاق الربح بطريق الشركة لا بطريق الإجارة ولهذا لا يشترط فيه تسمية مقدار العمل ولا بيان المدة والعامل فيما هو شريک فيه لا يستوجب الأجر لأن استحقاق الأجر بنفس العمل فإذا العامل فيما هو شريک فيه يستحق الربح بالشرط فى عقد صحيح (المبسوط للامام السرخسى ۱۲/۱۷۲)

﴿۴۱﴾ قال العلامة المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالیٰ :قوله (ويصح ان يتساويا فى المال ويتفاضلا فى الربح) وَقَولُهُ وَيَتَفَاضَلا إلَخ لَيس عَلَى إطلَاقِهِ بَل ذَلِکَ فِيمَا إذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا سَوَاءٌ عَمِلَ أَو عَمِلَ أَحَدُهُمَا أَو شَرَطَاهُ عَلَى مَن شَرَطَ لَهُ زِيَادَةَ الرِّبحِ وَإِن شَرَطَا العَمَلَ عَلَى أَقَلِّهِمَا رِبحًا لَا يَجُوزُ (فتح القدير ۵/۳۹۷)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : قوله و (مع التفاضل فى المال دون الربح وعكسه)..........وقوله "وعكسه" أى : بأن يتساوى المالان ويتفاضلا فى الربح لكن هذا مقيد بأن يشترطا الأكثر للعامل منهما أو لأكثرهما عملا أما لو شرطاه للقاعد أو لأ قلهما عملا لا يجوز الخ (رد المحتار ۶/۴۷۸)

﴿۴۲﴾ قال الملک العلماء الكاسانى رحمه الله تعالى :وَإِن كَانَ المَالَانِ مُتَسَاوِيَينِ فَشَرَطَا لِأَحَدِهِمَا فَضلًا عَلَى رِبحٍ يُنظَرُ إن شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا جَمِيعًا جَازَ ....وَإِن شَرطَاهُ عَلَى أَقَلِّهِمَا رِبحًا لَم يَجُز ؛ لِأَنَّ الَّذِى شَرَطَا لَهُ الزِّيَادَةَ لَيسَ لَهُ فِى الزِّيَادَةِ مَالٌ .وَلَا عَمَلٌ وَلَا ضَمَانٌ ؛ وَقَد بَيَّنَّا أَنَّ الرِّبحَ لَا يُستَحَقُّ إلَّا بِأَحَدِ هَذِهِ الأَشيَاءِ الثَّلَاثَةِ (بدائع الصنائع ۵/۸۳)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى :وَفِى النَّهرِ : اعلَم أَنَّهُمَا إذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا إن تَسَاوَيَا مَالًا وَتَفَاوَتَا رِبحًا جَازَ عِندَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ خِلَافًا لِزُفَر .... وَلَو شَرَطَا الرِّبحَ لِلدَّافِعِ أَكثَرَ مِن رَأسِ مَالِهِ لَا يَصِحُّ الشَّرطُ وَيَكُونُ

مَـالُ الـدَّافِعِ عِندَ العَامِلِ بِضَاعَةً لِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنهُمَا رِبحُ مَالِهِ وَالوَضِيعَةُ بَينَهُمَا عَلَى قَدرِ رَأسِ مَالِهِمَا أَبَدًا هَذَا حَاصِلُ مَا فِي العِنَايَةِ (رد المحتار ۶/۴۷۸،۴۷۹)

﴿۴۳﴾قـال الـعـلامة الـحـصـكـفی رحمه الله تعالی : دفع لآخر مالا أقرضه نـصفه وعقد الشركة فی الكل فشری أمتعة فطلب رب المال حصته إن لم يصبر لنضه أخذ المتاع بقيمة الوقت.

قـال الـعلامة الشامی رحمه الله تعالی : قوله (وطـلب رب المال حصته) أی مـمـا كـان مـن الشـركة والمراد انه طلب مال القرضه .... والظاهر انه مقيد برضا شريكه الخ

قـال العلامة الرافعی رحمه الله تعالی : (قـوله والمراد انه طلب مال القرضة الـخ) الـمتبـادر مـن لفظ حصته ومن قول : المنح، أی : مما كان الخ ان المراد حـصتـه مـن مال الشركة ولا ينافی ذلک ما فی الينابيع فانه يراعی كل من وقت الشراء ووقت البيع لمعرفة الربح تأمل.(الشامية ۶/۵۰۵،۵۰۶)

﴿۴۴﴾ قـال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالی : وشرطها أی شركة العقد كـون الـمـعقود عليه قابلا للوكالة فلا تصح فی مباح كاحتطاب وعدم ما يقطعها كشرط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لانه قد لا يربح غير المسمی

(الشامية ۶/۴۶۸)

قـال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالی : وتفسد باشتراط دراهم مسماة من الـربـح لاحـدهـمـا لـقـطـع الشركة كما مر لا لانه شرط لعدم فسادها بالشروط وظـاهـره بـطـلان الشـرط لا الشركة.بحر ومصنف.قلت: صرح صدر الشريعة وابن الكمال بفساد الشركة ويكون الربح علی قدر المال.

قـال الـعلامة الشامی رحمه الله تعالی :وَبَيَانُ القَطعِ أَنَّ اشتِرَاطَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ مَثَلًا مِـن الـرِّبـحِ لِأَحَدِهِمَا يَستَلزِمُ اشتِرَاطَ جَمِيعِ الرِّبحِ لَهُ عَلَى تَقدِيرِ أَن لَا يَظهَرَ

رِبحٌ إِلَّا العَشَرَةُ وَالشَّرِكَةُ تقتَضِى الِاشتِرَاکَ فِى الرِّبحِ وَذٰلِکَ يَقطَعُهَا فَتخرُجُ إِلَى القَرضِ أَو البِضَاعَةِ كَمَا فِى الفَتحِ . قَولُهُ : لَا ؛ لِأَنَّهُ شَرطٌ إِلَخ يَعنِى أَنَّ عِلَّةَ الفَسَادِ مَا ذُكِرَ مِن قَطعِ الشَّرِكَةِ وَلَيسَت العِلَّةُ اشتِرَاطَ شَرطٍ فَاسِدٍ فِيهَا ؛ لِأَنَّ الشَّرِكَةَ لَا تَفسُدُ بِالشُّرُوطِ الفَاسِدَةِ وَالمُصَرَّحُ بِهِ أَنَّ هَذِهِ الشَّرِكَةَ فَاسِدَةٌ فَقَولُهُ قُلت : إِلَخ تَأيِيدٌ لِقَولِهِ لَا ؛ لِأَنَّهُ شَرطٌ إِلَخ .وَأَمَّا قَولُهُ وَظَاهِرُهُ : أَى ظَاهِرُ قَولِهِ لِعَدَمِ فَسَادِهَا بِالشُّرُوطِ فَلَا مَحَلَّ لَهُ لِلِاستِغنَاءِ عَنهُ بِمَا قَبلَهُ قَولُهُ : وَيَكُونُ الرِّبحُ عَلَى قَدرِ المَالِ أَى وَإِن اُشتُرِطَ فِيهِ التَّفَاضُلُ ؛ لِأَنَّ الشَّرِكَةَ لَمَّا فَسَدَت صَارَ المَالُ مُشتَرَكًا شَرِكَةَ مِلكٍ وَالرِّبحُ فِى شَرِكَةِ المِلكِ عَلَى قَدرِ المَالِ وَسَيَأتِى فِى الفَصلِ أَنَّهَا لَو فَسَدَت وَكَانَ المَالُ كُلُّهُ لِأَحَدِهِمَا فَلِلآخَرِ أَجرُ مِثلِهِ

(الشامية ۶ /۴۸۴،۴۸۵)

﴿۴۵﴾ قال الامام السرخسى رحمه الله تعالىٰ : وإذا جاء أحدهما بألف درهم والآخر بألفى درهم فاشتركا على أن الربح والضيعة نصفان فهذه شركة فاسدة ومراده أن شرط الوضيعة نصفين فاسد لأن الوضيعة هلاک جزء من المال فكأن صاحب الألفين شرط ضمان شىء مما يهلک من ماله على صاحبه وشرط الضمان على الألفين فاسد ولكن لا يبطل بهذا أصل العقد لأن جواز الشركة باعتبار الوكالة والوكالة لا تبطل بالشروط الفاسدة وإنما تفسد الشروط وتبقى الوكالة فكذا هذا فإن عملا على هذا فوضعا فالوضيعة على قدر رؤوس أموالهما لأن الشرط بخلافه كان باطلا وإن ربحا فالربح على ما اشترطا لأن أصل العقد كان صحيحا واستحقاق الربح بالشرط فى العقد فكان بينهما على ما اشترطا (المبسوط للسرخسى ۱۱/۱۷۱،۱۷۲)

قال العلامة الشامى رحمه الله تعالى ولا خلاف أن الشتراط الوضيعة بخلاف قدر رأس المال باطل،واشتراط الربح متفاوتا عندنا صحيح فيما

سیذکر (رد المحتار ۶/ ۴۶۹)

﴿۴۶﴾ قال الملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالی : وَالأَصلُ أَنَّ الرِّبحَ إِنَّمَا يُستَحَقُّ عِندَنَا إِمَّا بِالمَالِ وَإِمَّا بِالعَمَلِ وَإِمَّا بِالضَّمَانِ أَمَّا ثُبُوتُ الِاستِحقَاقِ بِالمَالِ فَظَاهِرٌ ؛ لِأَنَّ الرِّبحَ نَمَاءُ رَأسِ المَالِ فَيَكُونُ لِمَالِكِهِ وَلِهَذَا استَحَقَّ رَبُّ المَالِ الرِّبحَ فِي المُضَارَبَةِ وَأَمَّا بِالعَمَلِ فَإِنَّ المُضَارِبَ يَستَحِقُّ الرِّبحَ بِعَمَلِهِ فَكَذَا الشَّرِيکُ .وَأَمَّا بِالضَّمَانِ فَإِنَّ المَالَ إِذَا صَارَ مَضمُونًا عَلَى المُضَارِبِ يَستَحِقُّ جَمِيعَ الرِّبحِ وَيَكُونُ ذَلِکَ بِمُقَابَلَةِ الضَّمَانِ خَرَاجًا بِضَمَانٍ بِقَولِ النَّبِيِّ عَلَيهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الخَرَاجُ بِالضَّمَانِ فَإِذَا كَانَ ضَمَانُهُ عَلَيهِكَانَ خَرَاجُهُ لَهُ وَالدَّلِيلُ عَلَيهِ أَنَّ صَانِعًا تَقَبَّلَ عَمَلًا بِأَجرٍ ثُمَّ لَم يَعمَل بِنَفسِهِ وَلَكِن قَبلَهُ لِغَيرِهِ بِأَقَلَّ مِن ذَلِکَ طَابَ لَهُ الفَضلُ وَلَا سَبَبَ لِاستِحقَاقِ الفَضلِ إِلَّا الضَّمَانَ فَثَبَتَ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنهُمَا سَبَبٌ صَالِحٌ لِاستِحقَاقِ الرِّبحِ فَإِن لَم يُوجَد شَيءٌ مِن ذَلِکَ لَا يَستَحِقُّ بِدَلِيلِ أَنَّ مَن قَالَ لِغَيرِهِ : تَصَرَّف فِي مِلكِکَ عَلَى أَنَّ لِي بَعضَ رِبحِهِ ؛ لَم يَجُز وَلَا يَستَحِقُّ شَيئًا مِن الرِّبحِ لِأَنَّهُ لَا مَالَ وَلَا عَمَلَ وَلَا ضَمَانَ

(بدائع الصنائع ۵/ ۸۲،۸۳)

﴿۴۷،۴۸﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالی : وشرطها أی شرکة العقد کون المعقود علیه قابلا للوکالة فلا تصح فی مباح کاحتطاب وعدم ما یقطعها کشرط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لانه قد لا یربح غیر المسمی

(الشامیة ۶/ ۴۶۸)

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالی : وتفسد باشتراط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لقطع الشرکة کما مر لا لانه شرط لعدم فسادها بالشروط وظاهره بطلان الشرط لا الشرکة.بحر ومصنف.قلت: صرح صدر الشریعة وابن الکمال بفساد الشرکة ویکون الربح علی قدر المال.

قال العلامة الشامی رحمه الله تعالی :وَبَیَانُ القَطعِ أَنَّ اشتِرَاطَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ مَثَلًا مِن الرِّبحِ لِأَحَدِهِمَا یَستَلزِمُ اشتِرَاطَ جَمِیعِ الرِّبحِ لَهُ عَلَی تَقدِیرِ أَن لَا یَظهَرَ رِبحٌ إلَّا العَشَرَةُ وَالشَّرِکَةُ تَقتَضِی الِاشتِرَاکَ فِی الرِّبحِ وَذَلِکَ یَقطَعُهَا فَتَخرُجُ إلَی القَرضِ أَو البِضَاعَةِ کَمَا فِی الفَتحِ . قَولُهُ : لَا ؛ لِأَنَّهُ شَرطٌ إلَخ یَعنِی أَنَّ عِلَّةَ الفَسَادِ مَا ذُکِرَ مِن قَطعِ الشَّرِکَةِ وَلَیسَت العِلَّةُ اشتِرَاطَ شَرطٍ فَاسِدٍ فِیهَا ؛ لِأَنَّ الشَّرِکَةَ لَا تَفسُدُ بِالشُّرُوطِ الفَاسِدَةِ وَالمُصَرَّحُ بِهِ أَنَّ هَذِهِ الشَّرِکَةَ فَاسِدَةٌ فَقَولُهُ قُلت : إلَخ تَأیِیدٌ لِقَولِهِ لَا ؛ لِأَنَّهُ شَرطٌ إلَخ .وَأَمَّا قَولُهُ وَظَاهِرُهُ : أَی ظَاهِرُ قَولِهِ لِعَدَمِ فَسَادِهَا بِالشُّرُوطِ فَلَا مَحَلَّ لَهُ لِلِاستِغنَاءِ عَنهُ بِمَا قَبلَهُ قَولُهُ : وَیَکُونُ الرِّبحُ عَلَی قَدرِ المَالِ أَی وَإِن اُشتُرِطَ فِیهِ التَّفَاضُلُ ؛ لِأَنَّ الشَّرِکَةَ لَمَّا فَسَدَت صَارَ المَالُ مُشتَرَکًا شَرِکَةَ مِلکٍ وَالرِّبحُ فِی شَرِکَةِ المِلکِ عَلَی قَدرِ المَالِ وَسَیَأتِی فِی الفَصلِ أَنَّهَا لَو فَسَدَت وَکَانَ المَالُ کُلُّهُ لِأَحَدِهِمَا فَلِلآخَرِ أَجرُ مِثلِهِ .(الشامیة ۶/۴۸۴،۴۸۵)

﴿۹۴﴾ قال فی الهندیه:شراء ما لم یره جائز کذا فی الحاوی ....من اشتریٰ شیئاً لم یره فله الخیار اذارآه ان شاء اخذ بجمیع الثمن وان شاء رده سواء رآه علی الصفة التی وصفت له او علی خلافها کذا فی فتح القدیر.

(الهندیه ۳/۵۷،۵۸ ط:رشیدیه)

و فیه ایضاً :خیار العیب یثبت من غیر شرط کذا فی سراج الوهاج ،واذاشتریٰ شیئاً لم یعلم بالعیب وقت الشراء ولا علمه قبله والعیب یسیر او فاحش فله الخیار ان شاء رضی بجمیع الثمن وان شاء ردّه کذا فی شرح الطحاوی.(الهندیه ۳/۶۶ ط:رسشدیه)

و فیه ایضاً:ویصح البیع بشرط الخیار لاحد العا قدین اولهما جمیعاً عندنا وکذا خیار الشرط لاجنبی جائز عندنا کذافی فتاویٰ قاضیخان ......فعند ابی حنیفه رحمه الله تعالی لا یجوز اکثر من ثلاثة ایام.(الهندیه ۳/۳۸ ط:رشیدیه)

﴿۵۰﴾قال العلامة المرغینانی رحمه اللّٰه تعالیٰ: واذا اطلع المشتری علی عیب فی المبیع فهوبالخیاران شاء اخذه بجمیع الثمن وان شاء رده لأن مطلق العقد یقتضی وصف السلامة فعند فواته یتخیّر کیلایتضرّربلزوم مالایرضیٰ به ولیس له ان یمسکه ویأخذ النقصان لأنّ الأوصاف لایقابلهاشیءٌ من الثمن فی مجردالعقدولأنه لم یرض بزواله عن ملکه بأقل من المسمّیٰ فیتضرّربه ودفع الضررعن المشتری ممکن بالرّد بدون تضرّره.(هدایة،۲/۴۲،ط:رحمانیه)

و قال رحمه اللّٰه تعالیٰ ایضاً:من با ع عبداًوشرط البراء ة من کل عیب فلیس له ان یردبعیب وان لم یسم العیب بعددهاوقال الشافعي رحمه اللّٰه تعالیٰ لایصحّ البراء ة بناءً علیٰ مذهبه ان الابراء عن الحقوق المجهولة لایصحَّ.......ولنا ان الجهالة فی الاسقاط لاتفضی الی المنازعة وان کان فی ضمنه التملیک لعدم الحاجة الی التسلیم فلا تکون مفسدة الخ......(هدایة،۲/۵۰،رحمانیه)

و قال رحمه اللّٰه ایضاً:واذا اشتری الرجلان غلاماًعلیٰ انّهمابالخیار فرضي احدهما فلیس للآخران یرده عند ابی حنیفةوقالا ان یرده وعلی هذاالخلاف خیارالعیب وخیارالرّؤیة لهماان اثبات الخیارلهمااثباته لکل واحدمنهما فلا یسقط باسقاط صاحبه لما فیه من ابطال حقه......

و من اشتریٰ شیئاًلم یره فالبیع جائزوله الخیار اذا راٰه ان شاء ه اخذه بجمیع الثمن وان شاء ردّه......ولنا قوله علیه السلام من اشتری شیئاًلم یره فله الخیار اذا راٰه ولأنّ الجهالة بعدم الرؤیة لاتفضی الی المنازعة لانه لولم یوافقه یرده فصارکجهالةالوصف فی المعاین المشار الیه،وکذا اذاقال رضیت ثم راٰه له ان یرده لان الخیار معلق بالرؤیة لما روینا فلا یثبت قبلها وحق الفسخ بحکم انه عقد غیر لازم لابمقتضی الحدیث ولان الرضا بالشّیء قبل العلم باوصافه لایستحق فلا یعتبر قوله رضیت قبل الرؤیة بخلاف قوله رددت.(هدایة،۲/۳۶،۳۷، ط:رحمانیه)

ٹائرز مارکیٹ کے احباب کو رعایتی قیمت پر کتاب ’’مسلمان تاجر‘‘ ٹائرز مارکیٹ ہی میں بآسانی درج ذیل احباب سے مل سکتی ہے۔

(۱) مولانا محمد الطاف صاحب (0300-9207339)

(۲) محترم جناب محمد اسحاق صاحب (0300-8985577)

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

مدنی کالونی ہاکس بے روڈ ماری پور گریکس کراچی سے کتاب ’’مسلمان تاجر‘‘ کے حصول کے لئے ماسٹر رضوان احمد (0333-2117851) سے رابطہ کریں۔

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم کی چند کتابیں

- پانچ مسائل (متعلق بریلویت)
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ ان کی اپنی تحریرات کے آئینہ میں
- تراویح، فضائل، مسائل، تعداد رکعت
- حیلۂ اسقاط اور دُعا بعد نمازِ جنازہ
- اولاد اور والدین کے حقوق
- قربانی اور عیدین کے ضروری مسائل
- امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کے دلچسپ واقعات
- احکام حیض ونفاس واستحاضہ مع حج وعمرہ میں خواتین کے مسائل مخصوصہ
- درس ارشاد الصرف
- طلاق ثلاث
- منفرد اور مقتدی کی نماز اور قرآءۃ کا حکم
- خواتین کا اصلی زیور ستر اور پردہ ہے
- عباد الرحمٰن کے اوصاف
- اصلی زینت
- استشارہ (مشورہ) واستخارہ کی اہمیت
- آٹھ مسائل
- مسائلِ رمضان المبارک
- تقویٰ کے چار انعامات
- ڈیجیٹل تصویر اور ٹی وی چینل
- اسلام کی حقیقت اور سنت وبدعت کی وضاحت

ناشر جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

فون: 021-38259811 موبائل: 0333-2226051